ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

مارچ 2024ء جلد نمبر 25 شمارہ نمبر 03

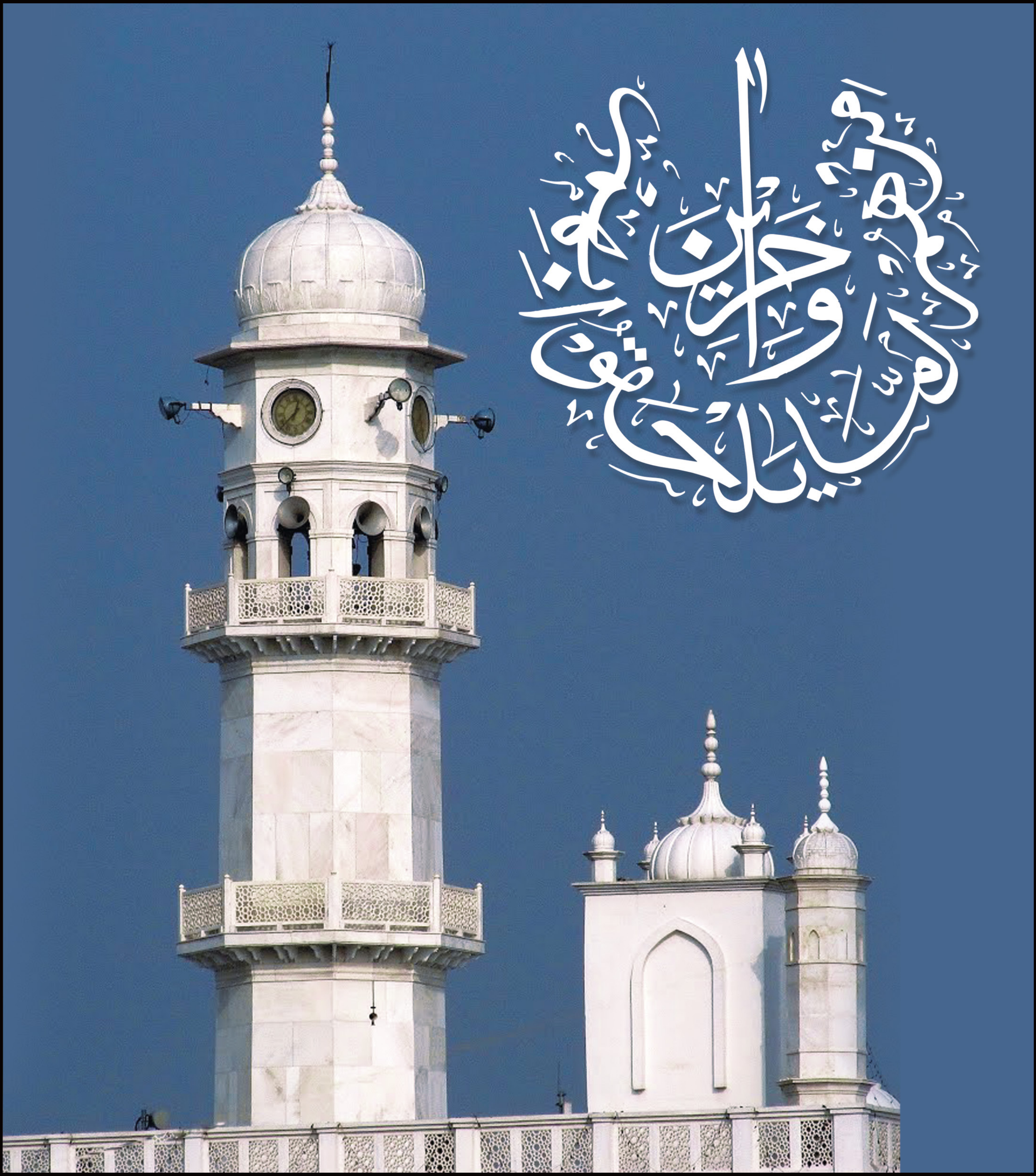

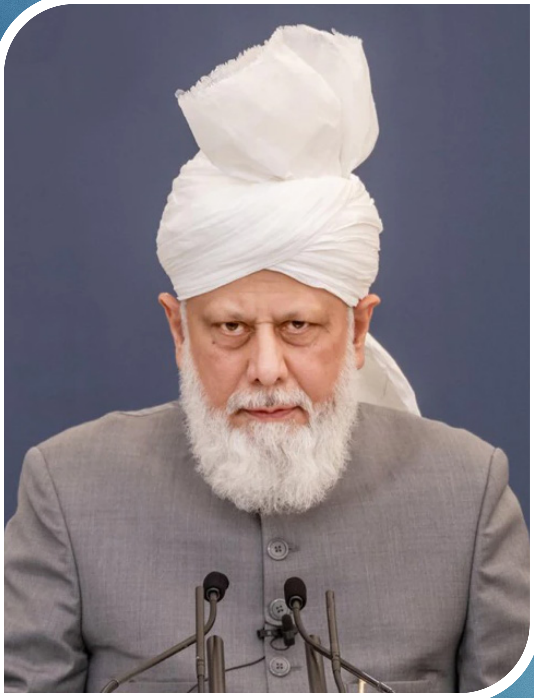

دعاؤں اور صدقات پہ بھی بہت زیادہ زور دینا چاہیے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 23؍فروری 2024ء میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

”آج کل پاکستان میں جماعت کے خلاف مخالفت کی ایک دوبارہ لہر شروع ہوئی ہے۔ سیاست دان اور مولوی جو انتخابات میں ہارے ہیں یا اپنی مرضی کے نتائج انہیں حاصل نہیں ہوسکے ان کی ایک بڑی تعداد فساد پھیلانے کے لیے پھر احمدیوں پر حملے کر رہی ہے۔ ان کا ہمیشہ سے یہی طریق رہا ہے کہ جب خود ناکام ہو جائیں تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے پھر احمدیوں کے خلاف محاذ کھڑا کر دو۔ یہی یہ لوگ آج کل کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے خود غرضانہ مقاصد کے لیے یہ جو بھی کر سکتے ہیں کرتے ہیں اور کر رہے ہیں اور کریں گے۔ اس لیے احمدیوں کو جہاں ہوشیار ہونا چاہیے وہاں دعاؤں اور صدقات پہ بھی بہت زیادہ زور دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو محفوظ رکھے، آمین۔

یمن کے احمدیوں کے لیے بھی بہت دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔ ان کے بہت سارے اسیری میں زندگی گزار رہے ہیں ان کو جلد اسیری سے رہائی فرمائے، آمین۔

فلسطینیوں کے لیے بھی دعا کریں ۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے اور بڑی طاقتوں کے ظلموں سے ان کو نجات دلائے، آمین“۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن آن لائن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ہر اِک عاشق نے ہے اِک بُت بنایا

انسان کی عادت ہے کہ وہ اپنا ایک نصب العین اور مطمح نظر بناتا ہے اور پھر اُسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش بھی کرتا ہے۔ اس کے حصول کے لیے بسا اوقات وہ اپنی ذات پر بھی ظلم کرتا ہے اور کبھی دوسروں پر بھی ظلم وستم کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور وہ مقصود حاصل کر کے رہتا ہے جو اُس کے دل میں سما جائے۔

ایسا نیک لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور وہ خدا پر عاشق ہو جاتے ہیں اور پھر کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔ ہاں وہ کسی دوسرے پر ظلم نہیں ڈھاتے بلکہ ظَلُوْماً جَھُوْلاً کا مصداق بن کر اپنے نفس پر ہر قسم کا ظلم کرتے ہیں اور نوع انسان کے لیے رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جسے اپنا مطلوب و مقصود بنایا، اس کے بارہ میں فرمایا۔

ہر اک عاشق نے ہے اِک بُت بنایا ہمارے دِل میں یہ دِلبر سمایا

وُہی آرامِ جاں اور دِل کو بھایا وہی جس کو کہیں رَبُّ البرایا

ہوا ظاہر وہ مُجھ پر بِالْاَیَادِی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

اور پھر بکثرت عبادت و ریاضت اور اِتبّاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں آپ نے اُس آرامِ جاں کو پا بھی لیا اور دوسروں کو بھی اس کو پانے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا:

”یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو“۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21)

یہ دَور جس میں ہم بس رہے ہیں ایسا نفسا نفسی کا دَور ہے کہ اس سے قبل چشمِ فلک نے ایسا پُرفتن دَور نہیں دیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء اس دَور کی ظلمت سے ڈراتے چلے آئے اور یہ بھی کہا کہ اُس وقت خدا اور خدا والے کا دامن تھام لینا کہ نجات اسی میں ہے۔ ان حالات میں خدا کا ایک بندہ دنیا کو بھی سمجھا رہا ہے کہ تمہارے مسائل کا حل خدائے واحد و یگانہ کی طرف آنے میں ہے۔ اس کے ساتھ احمدیوں کو دعا کی تحریک فرما رہا ہے کہ دنیا ایک خطرناک موڑ پر کھڑی ہے اور بڑی تباہی کے دہانے پر ہے، اسے اس تباہی سے بچانے کی ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ہے اور اس کے لئے ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں اور دعا کے سوا کوئی مادی ذریعہ نہیں ع

کوئی کشتی بچا سکتی نہیں اس سیل سے

ہمیں چاہیے کہ اپنی اور آئندہ نسلوں کی بقا کے لیے خدا کے حضور عاجزانہ جھکتے ہوئے ان حالات کو بدلنے کی کوشش کریں کہ کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

شعبان/رمضان 1445 ہجری قمری | مارچ 2024ء | جلد نمبر 25 | شمارہ نمبر 03 | امان 1403 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جل جلالہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرّکات: وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ
06	منظوم کلام: شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
07	خطبہ جمعہ: رمضان المبارک اور فقہی اُمور
16	تعارف کتب: کتاب البریہ
17	دوست رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھائیں
19	اعتکاف: ایک غیر معمولی ریاضت
21	ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
25	اسلام کا بطلِ جلیل جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ
29	لیا ظلم کا عفو سے انتقام
32	اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ جرمنی
33	ابیاتِ شہیدِ مرحوم رضی اللہ عنہ
36	قراردادِ لاہور، قیامِ پاکستان کی بنیاد
37	خلافت اور جماعت کے باہمی پیار کا تعلّق
40	جماعتی سرگرمیاں: لوکل امارت ہمبرگ کی مساعی
41	آدھی صدی کا سفر
43	دلچسپ سائنسی خبریں: محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
44	حالاتِ حاضرہ: ملکی و عالمی خبریں
46	تنظیمی سرگرمیاں: ہم احمدی انصار ہیں
47	یادِ رفتگان: میرے پیارے والدین
48	اعلانات وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

اویس احمد نوید، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبد الرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق

احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

مینیجر

سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین

محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

17

04

25

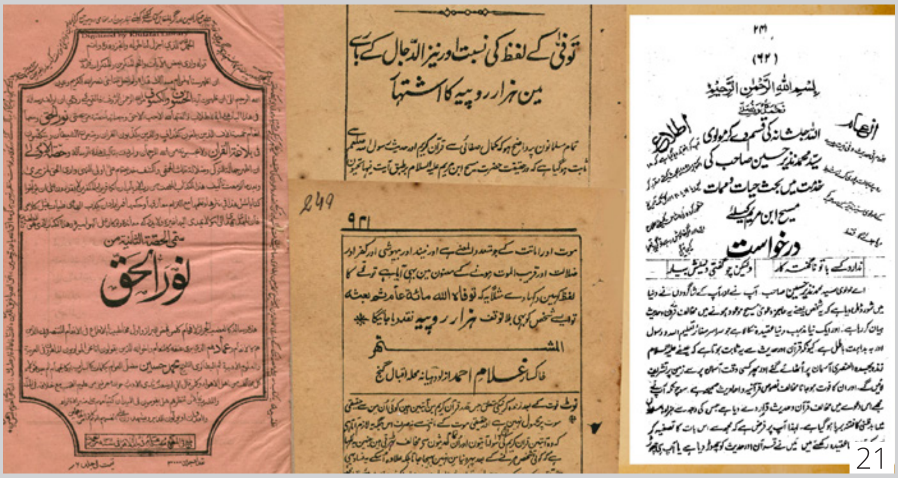

21

29

07

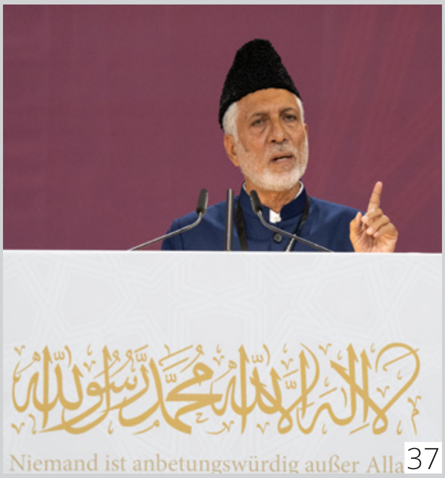

37

47

44

قال اللہ جل جلالہ

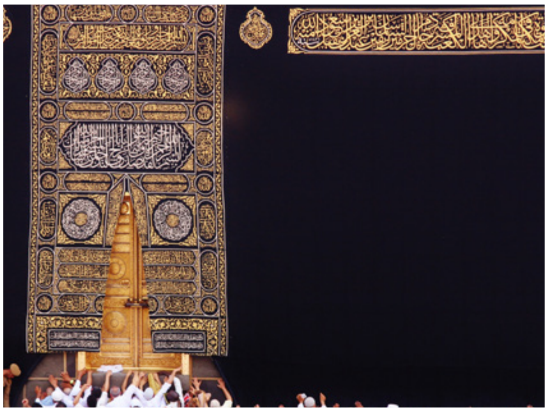

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰۃِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ ۔ (الصّف 7)

اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مُحَمَّدُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِیہِ رضی اللہ عنہ۔ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُولُ: إِنَّ لِی أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِی الَّذِی یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِی یُحْشَرُ النَّاسُ عَلَی قَدَمِی، وَأَنَا الْعَاقِبُ۔

(کتاب التفسیر۔سورۃ الصّف۔باب قَوْلُہٗ تَعَالَی مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ أَحْمَدُ')

محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے باپ (حضرت جبیر بن مطعمؓ) سے روایت کرتے ہوئے خبر دی۔ انہوں نے کہا: مَیں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: میرے کچھ نام ہیں، مَیں محمد ہوں اور مَیں احمد ہوں اور مَیں ہی وہ مٹانے والا ہوں کہ میرے ذریعہ سے اللہ کفر کو مٹادے گا اور مَیں ہی وہ اکٹھا کرنے والا ہوں کہ میرے قدم پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور مَیں ہی وہ (نبی) ہوں جو پیچھے آنے والا تھا۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

آیت وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہو گا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہو گا جس کا نام آسمان پر احمد ہو گا اور وہ حضرت مسیحؑ کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 421)

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مُہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اَور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خداتعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ‘‘۔

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ۔ مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 219)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’آپ ﷺ کی قوتِ قدسی ایسی موثر اور نتیجہ خیز ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی ویسا ہی تزکیہ کرسکتی ہے۔ چنانچہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا وعدہ فرمایا یعنی ایک اور قوم آخری زمانہ میں آنے والی ہے جو بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے فیض اور برکات حاصل کرے گی۔ اور ایک بار اور ہم اسی رسول کی بعثت بروزی کریں گے۔ وہ بعثت بھی اسی کے ہم رنگ ہوگی جو فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا کے وقت تھی‘‘۔

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 93)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’رسول کریم ﷺ کی دو بعثتیں مقدر ہیں۔ آپ کی ایک بعثت اوّلین میں ہوئی ہے اور آپ کی دوسری بعثت آخرین میں ہوگی۔ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا میں وہی بعثت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو سورۃ جمعہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی محاورہ میں بعثت کا لفظ اس موقعہ پر بھی استعمال ہوتا ہے جب کوئی نبی آئے اور وہ اپنے وجود کے ذریعہ کسی پہلے آنے والے نبی کو دوبارہ زندہ کردے اور اس کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کردے‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 238)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

’’خداتعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں بھرپور وعدے دیئے ہیں جو ہماری زندگی کے ہر پہلو میں برکتوں کے وعدے ہیں اور نیک انجام کے وعدے ہیں اور ترقیات کے وعدے ہیں۔ اس زمانہ میں تو خداتعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ اور اس زمانہ کے مومنوں کو اتنا زبردست وعدہ دیا ہے کہ ویسا وعدہ صرف صحابہؓ نبی اکرم ﷺ کو ملا تھا ورنہ دنیا کی تاریخ میں نوعِ انسانی کو اتنی زبردست بشارت آج تک نہیں ملی (آج سے میری مراد اسلام سے قبل ہے) اور اسلام کے دو حصوں پر یہ بشارت بٹی ہوئی تھی۔ ایک وہ جو نبی کریم ﷺ کے وقت آپ کی تربیت حاصل کرکے اس وقت کی ساری دنیا پر اسلام کو غالب کرنے والے بنے۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ اور ایک وہ دوسرا گروہ جس کا تعلق (ہمارے پہلے بزرگوں کے نزدیک بھی) مہدیٔ معہود علیہ السلام کے ساتھ تھا یعنی تم جماعت احمدیہ (کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق مہدی آگئے) تم سے خداتعالیٰ نے آج وعدہ کیا ہے۔ اتنی بڑی بشارت دی ہے کہ انسان اس بشارت کو دیکھ کر پھر اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرکے کانپ اٹھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کمزور اور دھتکاری ہوئی جماعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ساری دنیا میں اسلام کو غالب کردے گا‘‘۔ (خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ 651)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’مہدی اور مسیح کے لیے تمام دُنیا کو جمع کرنا مقدر تھا۔ سورہ جمعہ میں بھی جو جمع کا مضمون آنحضرت ﷺ کے بروزی ظہور کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ دو زمانوں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:4) وہ اُس شان کا وجود ہوگا کہ جو حضور اکرم ﷺ کی بعثت ثانیہ کا مرتبہ رکھتا ہوگا اور آپ ہی کی غلامی میں آپ ہی کے آغاز کئے ہوئے کاموں کی تکمیل کی خاطر آئے گا اور اٰخَرِيْنَ میں بسنے والوں کو اوّلین سے ملادے گا یعنی ان کے ساتھ جمع کردے گا۔ (خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 70 خطبہ جمعہ 31 جنوری 1992ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ جمعہ میں فرمایا کہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے اور صحابہ کا درجہ رکھتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا کے پاس بھی پہنچ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے کر آئیں گے۔ (صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب وآخرین منھم لما یلحقوا بھم الخ حدیث 4897)۔ اور آخرین کے مقام کے بارے میں ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمّت ایک مبارک اُمّت ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس کا اوّل زمانہ بہتر ہے یا آخری زمانہ۔ (کنز العمال جلد 6 جزء 12 صفحہ 71 حدیث 34446 باب فی فضائل ھذہ الامۃ المرحومۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)۔ پس آخری زمانے کی بہتری کی خوشخبری بھی آنحضرت ﷺ نے دی ہے‘‘۔ (خطبہ جمعہ 26 مئی 2017ء)

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے

مجھے اُس یار سے پیوندِ جاں ہے
وہی جنّت، وہی دارالاماں ہے

بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبّت کا تو اِک دریا رواں ہے

یہ کیا اِحساں ہیں ترے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تری نِعمت کی کچھ قِلّت نہیں ہے
تہی اِس سے کوئی ساعت نہیں ہے

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اَب شکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا اِحساں ہیں ترے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ترے کُوچے میں کِن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

محبّت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خُودی جس سے جلاؤں

محبّت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں

مَیں اِس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں

کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(انتخاب از درِثمین، ''بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کی آمین'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

رمضان المبارک اور فقہی اُمور

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ 03 جون 2016ء کا متن

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ان شاء اللہ تعالیٰ تین چار دن تک رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ ان دنوں میں روزے لمبے دن ہونے کی وجہ سے گرم ممالک میں بڑے سخت بھی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر صحت مند بالغ پر یہ فرض ہیں۔ ہاں بعض حالات میں روزے رکھنے میں سہولت بھی دی گئی ہے۔ ان گرم ممالک میں بھی بعض مزدوروں کو یا بعض اور شرائط ہیں کہ اگر ایسے حالات ہوں کہ وہ روزے نہ رکھ سکیں تو سہولت ہے۔ اسی طرح بعض ممالک جہاں آجکل بائیس تیئس گھنٹے کا دن ہے اور صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہے، وہ بھی رات نہیں بلکہ روشنی ہی رہتی ہے یا جُھٹ پُٹے کا وقت رہتا ہے اس لئے وہاں کی جماعتوں کو بتا دیا گیا ہے کہ وقت کے اندازے کے مطابق اپنی سحری اور افطاری کے وقت مقرر کرلیں جو آج کل اکثر جگہ قریبی ملکوں کے اوقات پر محمول کر کے یا ان کے اوقات کا اندازہ رکھتے ہوئے تقریباً اٹھارہ انیس گھنٹے کا روزہ ہو گا۔ ان ملکوں میں اگر اس طرح نہ کیا جائے تو سحری اور افطاری کا کوئی وقت ہی نہیں ہو گا۔ نہ تہجد پڑھی جاسکے گی نہ ہی عشاء اور فجر کی نمازوں کے اوقات معین ہوسکیں گے۔ بہر حال ان علاقوں میں جو جماعتیں ہیں وہ اس کے مطابق عمل کرتی ہیں، کس طرح انہوں نے ایڈجسٹ کرنا ہے۔

روزے اسلام کے بنیادی رکنوں میں سے ہیں اور انہیں پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ روزوں کے متعلق بعض چھوٹے چھوٹے سوال بھی اٹھتے ہیں۔ سحری کے وقت کے متعلق، افطاری کے متعلق، بیماری کے متعلق، مسافر کے متعلق، اس طرح مختلف سوال ہوتے ہیں۔ جماعت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہر سال لاکھوں لوگ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے بھی اور غیر مذاہب میں سے بھی شامل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں بھی بعض احکامات کے بارے میں مختلف فقہی نظریات ہیں۔ ان نظریات کے ساتھ جب وہ جماعت میں آتے ہیں تو بعض باتیں ان میں بے چینیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ بعض وضاحتیں وہ لوگ چاہتے ہیں۔ بعض تفصیلات چاہتے ہیں یا بعض سوال اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح بعض غیر مذاہب سے آنے والے بالکل ہی بعض چیزوں کا علم نہیں رکھتے بلکہ ان کو علم ہوتا ہی نہیں وہ تو نئے طور پہ سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے اسلام کے بنیادی جو رکن ہیں ان کے مسائل کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور

حَکَم اور عدل بنا کر بھیجا ہے جنہوں نے اسلام کی تعلیم پر بنیاد رکھتے ہوئے ہر معاملے کا فیصلہ کرنا تھا اور کیا اور ہر مسئلے کا حل بتانا تھا اور بتایا۔ پس اس لحاظ سے اس زمانے میں ہمیں اپنے مسائل کا حل اور علم میں اضافے کے لئے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت روزوں کے حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا سوال اٹھتے رہتے ہیں بعض سوالوں کے جواب یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان کے بارے میں کیا مؤقف تھا یا کیا آپ نے حکم فرمایا۔ کیا آپ کا فتویٰ تھا۔ ان کے بارے میں بیان کروں گا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس مطابق اپنے روزے رکھتے ہیں اور روزے ہمارے ختم بھی اس کے مطابق ہوتے ہیں اور عید بھی اس کے مطابق منائی جاتی ہے۔

اِن ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں، یورپین ممالک ہیں نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی رؤیت ہلال کا انتظام ہے اور نہ ہی اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چاند نظر آنے کے واضح امکان کو سامنے رکھتے ہوئے روزے شروع کرتے ہیں اور عید کرتے ہیں۔ ہاں اگر ہمارا اندازہ غلط ہو اور چاند پہلے نظر آ جائے تو پھر عاقل بالغ گواہوں کی گواہی کے ساتھ، مومنوں کی گواہی کے ساتھ کہ انہوں انہوں نے جو قواعد بنائے ہیں ضروری نہیں کہ ان قواعد کی پابندی کی جائے اور اگر ان کے اندازے یہ کہتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہو گا یا تیس کا تو اس کے مطابق عمل کرو اور چاند کو دیکھنے کی کوشش نہ کرو۔ رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو یہ غلط ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ نہیں ہوتا رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو) ”اور آنکھیں بند رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نخواہ اعمال دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف ما لایطاق ہے“۔ (بلاوجہ اسی بات پہ عمل کرنا کہ کیونکہ ہمیں اندازے یہ بتا رہے ہیں اس لئے اس کے علاوہ ہم اور کچھ نہیں کریں

اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو

زمانے میں شرعی احکامات کے بارے میں آپ علیہ السلام کا حکم یا نظریہ ہی ہمارے لئے اس مسئلے کا فقہی حل اور فیصلہ ہے۔

پہلی بات تو ہمیشہ یہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام پر عمل کی بنیاد تقویٰ ہے۔ اس لئے تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے روزوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ ”اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو“۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں مثلاً رمضان کے بارے میں مختلف بچے بھی سوال کرتے ہیں کہ رمضان اور عید نے چاند دیکھا ہے پہلے بھی رمضان شروع کیا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ایک چارٹ بن گیا ہے اس کے مطابق ہی رمضان شروع ہو۔ لیکن واضح طور پر چاند نظر آنا چاہئے۔ اس کی رؤیت ضروری ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ہم ضرور غیر احمدی مسلمانوں کے اعلان پر بغیر چاند دیکھے روزے شروع کر دیں اور عید کر لیں یہ چیز غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو اپنی ایک کتاب سرمہ چشم آریہ میں بھی بیان فرمایا۔ حساب کتاب کو یا اندازے کو ردّ نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک سائنسی گے یہ بلاوجہ کی ایک تکلیف ہے۔) فرمایا کہ ”اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سو یہ بڑی سیدھی بات (ہے) اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں (یعنی صرف ستاروں اور اجرام فلکی کا علم رکھنے والوں کے محتاج نہ رہیں) اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں۔ صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں۔ (چاند کو دیکھنا ضروری ہے۔ اگر دیکھنے کی کوشش کی جائے اور نظر نہ آئے تو پھر جو حساب کتاب ہے اس پہ بھی انحصار

جو روزہ چھوٹ گیا وہ رمضان کے بعد پورا کرو

وغیرہ جو ہیں ہم غیر احمدی مسلمانوں سے مختلف وقت میں کیوں پڑھتے ہیں یا کیوں شروع کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ کوئی اصول نہیں کہ ہمارے رمضان شروع کرنے کے دن اور عید کا دن ضرور مختلف ہو۔ اور نہ ہی ہم جان بوجھ کر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کئی ایسے بھی سال آئے ہیں اور آتے ہیں کہ ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے روزے اور عید ایک ہی دن ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اور مسلمان ممالک میں جہاں رؤیت ہلال کمیٹیاں حکومت کی طرف سے بنی ہوئی ہیں جب وہ یہ اعلان کرتی ہیں کہ چاند نظر آ گیا ہے اور گواہوں کی موجودگی ہے تو ہم احمدی مسلمان بھی اس کے علم ہے لیکن رؤیت کی فوقیت بیان فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”خدائے تعالیٰ نے احکام دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا۔ مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنّیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند انتیس کا ہو گا یا تیس کا۔ تب تک رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو“۔ (یعنی جو قواعد سائنسدانوں کی طرف سے اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ جو فلکیات کا یا ستاروں کا علم رکھتے ہیں کیا جا سکتا ہے اور اس بات پہ بھی انحصار ہو کہ تیس دن سے زیادہ اوپر نہ جائیں۔ اور فرمایا کہ) اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت میں عندالعقل رؤیت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے۔ (عقل بھی یہ کہتی ہے کہ جو آنکھوں سے دیکھنا ہے اس کو صرف حسابی اندازے جو ہیں ان اندازوں پر بہرحال فوقیت ہے) فرمایا کہ آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رؤیت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کئے“۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 193-192)۔ جو یورپ کے پڑھے لکھے لوگ ہیں،

عقلمند لوگ ہیں، سائنسدان ہیں انہوں نے اس بات کو معتبر سمجھتے ہوئے کہ دیکھنا جو ہے وہ بہرحال زیادہ اعلیٰ چیز ہے، اس خیال کی وجہ سے اپنے آلات بنائے ہیں۔ دُوربینیں بنائی ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اجرام فلکی کو دیکھتے ہیں۔جیسا کہ مَیں نے کہا بعض دفعہ حساب میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا اور اگر غلطی ہو جائے مثلاً اگر چاند ایک دن پہلے نظر آنا ثابت ہو جائے تو پھر کیا کیا جائے کیونکہ اس کا مطلب ہے ایک روزہ چھوٹ گیا۔ہم نے ایک دن بعد شروع کیا اور چاند اس سے پہلے نظر آ گیا اور ثابت بھی ہو گیا کہ نظر آ گیا

افراد تھے ان کو بھی کہا کرتے تھے کہ سحری ضروری ہے۔ اسی طرح جو مہمان قادیان میں آیا کرتے تھے ان کے لئے بھی سحری کا باقاعدہ انتظام ہوا کرتا تھا بلکہ بڑا اہتمام ہوا کرتا تھا۔

اس بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کرتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں قادیان میں مسجد مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے۔آپ نے سحری کھاتے دیکھ کر فرمایا

کر کے آخر شب میں ادا فرماتے تھے جس میں آپ ہمیشہ پہلی رکعت میں آیت الکرسی تلاوت فرماتے تھے۔یعنی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک۔اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص کی قراءت فرماتے تھے اور رکوع و سجود میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ اکثر پڑھتے تھے اور ایسی آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز مَیں سن سکتا تھا۔ نیز آپ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اور اس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے

تھا۔اس بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سوال پیش ہوا۔سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے جبکہ رمضان بدھ کو شروع ہو چکا تھا۔عام طور پر اس علاقے میں ہر جگہ اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔اس نے پوچھا کہ روزہ تو بدھ کو رکھا جانا چاہئے تھا۔ہمارے ہاں پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا۔اب کیا کرنا چاہئے؟حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک روزہ رکھنا

کہ آپ دال سے روٹی کھاتے ہیں؟ (سحری کے وقت دال روٹی کھا رہے تھے) اور اسی وقت منتظم کو بلوایا اور فرمانے لگے کہ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں (ہیں۔ یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ روزے رکھ رہے ہیں) ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو کیا کیا کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا مگر مَیں کھا چکا تھا اور اذان بھی ہو گئی تھی۔حضورؑ نے فرمایا کھا لو۔اذان جلدی دی گئی

کھانا کھاتے رہتے تھے''۔حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ''خاکسار عرض کرتا ہے دراصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک صبح صادق افق مشرق سے نمودار نہ ہو جائے سحری کھانا جائز ہے۔اذان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔کیونکہ صبح کی اذان کا وقت بھی صبح صادق کے ظاہر ہونے پر مقرر ہے۔اس لئے لوگ عموماً بعض جگہوں پہ سحری کی حد اذان ہونے کو سمجھ لیتے ہیں۔قادیان میں چونکہ صبح کی اذان صبح صادق کے پھوٹتے ہی ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی اور بے احتیاطی سے اس سے بھی قبل ہو جاتی ہو۔اس لئے ایسے موقعوں پر حضرت

آپ ﷺ ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اور اس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی

چاہئے۔(ملفوظات جلد 9 صفحہ 437۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔جو روزہ چھوٹ گیا وہ رمضان کے بعد پورا کرو۔

اسی طرح سحری کھانے کا معاملہ ہے۔سحری کھا کر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور ... الخ حدیث 1923)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔خود بھی اور جو اپنے جماعت کے احباب

ہے۔اس کا خیال نہ کرو''۔(سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 127 روایت نمبر 1163)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز تہجد پڑھنا اور سحری کھانے کے بارے میں ایک روایت بیان فرماتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ 1895ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور مَیں نے تمام مہینہ حضرت صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لیتے تھے اور نماز تہجد آٹھ رکعت دو دو رکعت

مسیح موعود علیہ السلام اذان کا چنداں خیال نہ فرماتے تھے اور صبح صادق کے تبیّن تک سحری کھاتے رہتے تھے اور دراصل شریعت کا منشاء بھی اس معاملے میں یہ نہیں ہے کہ جب علمی اور حسابی طور پر صبح صادق کا آغاز ہو اس کے ساتھ ہی کھانا ترک کر دیا جاوے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب عام لوگوں کی نظر میں صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہو جائے اس وقت کھانا چھوڑ دیا جائے۔چنانچہ تبیّن کا لفظ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان پر سحری نہ چھوڑا کرو بلکہ ابن مکتوم کی اذان تک بے شک کھاتے پیتے

رہا کرو کیونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اور جب تک لوگوں میں شور نہ پڑ جاتا تھا کہ صبح ہو گئی ہے، صبح ہو گئی۔ اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے‘‘۔ (سیرۃ المہدی جلد اوّل حصہ دوم روایت نمبر 320 صفحہ 296-295)

گزشتہ سال ایک دوست کو مَیں نے کہا تھا کہ آپ زیادہ دیر تک سحری کھاتے رہتے ہیں۔ اس بات پر انہوں نے شاید میری بات سن کے دوبارہ روزے رکھ لئے۔ لیکن اگر یہ وقت جو تھا اس وقت سے آگے نہیں لے کر گئے تھے پھر تو ٹھیک ہے۔ روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اور اب بھی ہر ایک جائزہ لے سکتا ہے۔ یہاں تو اذانیں نہیں ہوتیں۔ صبح صادق کو دیکھنا ضروری ہے۔ جب پَو پھٹتی ہے یعنی جب دھاری نمودار ہوتی ہے تو اس وقت تک سحری کھائی جا سکتی ہے۔

سحری پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی ایک اور مثال بھی ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ 1903ء کا ذکر ہے کہ مَیں اور ڈاکٹر صاحب مرحوم رُڑکی سے آئے۔ چار دن کی رخصت تھی۔ حضورؑ نے پوچھا کہ سفر میں تو روزہ نہیں تھا؟ ہم نے کہا: نہیں۔ حضورؑ نے ہمیں گلابی کمرہ رہنے کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہم روزہ رکھیں گے۔ آپؑ نے فرمایا بہت اچھا۔ پھر فرمایا کہ آپ سفر میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا حضور! چند روز قیام کرنا ہے۔ دل چاہتا ہے روزہ رکھوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اچھا! ہم آپ کو کشمیری پراٹھے کھلائیں گے۔ ہم نے خیال کیا کہ کشمیری پراٹھے خدا جانے کیسے ہوں گے۔ جب سحری کا وقت ہوا اور ہم تہجد اور نوافل سے فارغ ہوئے اور کھانا آیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود گلابی کمرے میں تشریف لائے (جو کہ مکان کی نچلی منزل میں تھا) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مکان کے اوپر والی تیسری منزل پر رہا کرتے تھے۔ ان کی بڑی اہلیہ کریم بی بی صاحبہ جن کو مولویانی کہا کرتے تھے کشمیری تھیں اور پراٹھے اچھے پکایا کرتی تھیں۔ حضورؑ نے یہ پراٹھے ان سے ہمارے واسطے پکوائے تھے۔ پراٹھے گرما گرم اوپر سے آتے تھے اور حضور علیہ السلام خود لے کر ہمارے آگے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اچھی طرح کھاؤ۔ مجھے تو شرم آتی تھی اور ڈاکٹر صاحب بھی شرمسار تھے مگر ہمارے دلوں پر جو اثر حضورؑ کی شفقت اور عنایت کا تھا اس سے رُوئیں رُوئیں میں خوشی کا لرزہ پیدا ہو رہا تھا۔ اتنے میں اذان ہو گئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اور کھاؤ۔ ابھی بہت وقت ہے۔ فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

(البقرۃ:188)۔ اس پر لوگ عمل نہیں کرتے۔ آپ کھائیں ابھی بہت وقت ہے مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دے دی ہے۔ (پھر کہتی ہیں) جب تک ہم کھاتے رہے حضور کھڑے رہے اور ٹہلتے رہے۔ ہر چند ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضور تشریف رکھیں مَیں خود خادمہ سے پراٹھے پکڑ لوں گا یا میری بیوی لے لیں گی مگر حضور نے نہ مانا اور ہماری خاطر تواضع میں لگے رہے۔ اس کھانے میں سالن بھی تھا اور دودھ سویّاں وغیرہ بھی۔

(سیرۃ المہدی جلد 2 حصہ پنجم صفحہ 203-202 روایت نمبر 1320)

بے شک اچھا کھانا تو کھائیں لیکن اس میں بھی اعتدال ہونا چاہئے۔ روزہ رکھ کر یہ احساس بھی ہونا چاہئے کہ ہم نے روزہ رکھنا ہے اور رکھا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ تم ایمان لاؤ اور پھر تنگیوں میں بسر کرو۔ اس لئے ہم نے روزے فرض کئے۔ (اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) تا تمہاری تنگیاں دُور ہوں۔ یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے۔ (یہ نکتہ بڑا یاد رکھنے والا ہے کہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، تنگی نہیں چاہتا۔ اور اس کی وضاحت کیا ہے) یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے اور جو یہ ہے کہ روزے میں بھوکا رہنا یا دین کے لئے قربانی کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں بلکہ سراسر فائدے کا باعث ہے۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ رمضان میں انسان بھوکا رہتا ہے وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھوکے تھے ہم نے رمضان مقرر کیا تا تم روٹی کھاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ روٹی یہی ہے جو خدا تعالیٰ کھلاتا ہے اور اصل زندگی اسی سے ہے۔ اس کے سوا جو روٹی ہے وہ روٹی نہیں پتھر ہیں جو کھانے والے کے لئے ہلاکت کا موجب ہیں۔ مومن کا فرض ہے کہ جو لقمہ اس کے منہ میں جائے اس کے متعلق پہلے دیکھے کہ وہ کس کے لئے ہے۔ اگر تو وہ خدا کے لئے ہے تو وہی روٹی ہے اور اگر نفس کے لئے ہے تو وہ روٹی نہیں۔‘‘

پس سحری اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھائی جا رہی ہے تو اگر اچھی بھی کھائی جا رہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے اور وہ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس میں برکت ہے۔ اور پھر اگر پیٹ بھرنا ہے اور اچھی خوراک کھانا ہے اور مزہ لینا ہے تو پھر وہ نفس کے لئے ہے۔ پھر آگے حضرت مصلح موعودؓ نے وضاحت کی ہے کہ

’’جو کپڑا خدا کے لئے پہنا جائے وہی لباس ہے۔ جو نفس کے لئے پہنا جاتا ہے وہ ننگا ہے۔ دیکھو کیسے لطیف پیرائے میں بتایا کہ جب تک خدا کے لئے تکالیف اور مصائب برداشت نہ کرو تم سہولت نہیں اٹھا سکتے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کا بھی ابطال ہو جاتا ہے جو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ

جب پَو پھٹتی ہے یعنی جب دھاری نمودار ہوتی ہے تو اس وقت تک سحری کھائی جا سکتی ہے

اس لئے ہم نے روزے فرض کئے۔ (اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) تا تمہاری تنگیاں دُور ہوں۔ یہ ایسا نکتہ ہے جو مومن کو مومن بناتا ہے

بنا لیتے ہیں۔ (بعض لوگ ایسے ہیں جن کے وزن رمضان میں کم ہونے کے بجائے بڑھ جاتے ہیں) حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگوں کے لئے تو رمضان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے گھوڑے کے لئے خوید۔ (یعنی گندم اور جَو کی اچھی اعلیٰ خوراک ہوتی ہے) وہ لوگ جو ہیں ان دنوں میں خوب گھی، مٹھائیاں اور مرغن اغذیہ کھاتے ہیں اور اسی طرح موٹے ہو کر نکلتے ہیں جس طرح خوید کے بعد گھوڑا۔ یہ چیز بھی رمضان کی برکت کو کم کرنے والی ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 396-395)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا ہاں ہمارا ابھی یہی عقیدہ ہے۔ (خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 37)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا جبکہ آپ خطاب فرما رہے تھے کہ مجھے ایک سوال پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ ''مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا'' اور حضرت مصلح موعودؓ کو انہوں نے کہا ہے کہ الفضل میں یہ اعلان آپ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے کہ احمدی احباب جو سالانہ جلسے پر آئیں وہ یہاں آ کر روزے رکھ روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک رمضان میں مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ یہاں رمضان گذارنے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ باہر سے آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر میری روایت ہے کہ یہاں ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں ٹھہرنا ہے اس دوران میں روزے رکھوں یا نہ رکھوں؟ (پہلے دو واقعات بھی گذر چکے ہیں کہ مسافر قادیان میں آ کے روزے رکھتے رہے تھے) اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں آپ روزے رکھ

کسی شخص نے ایک جگہ پر تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے

اب ایک طرف حکم ہے کہ سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔ افطاری کرو اس میں برکت ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر صرف کھانا ہی مقصد ہو تو ایک یہ چیز اس برکت کو کم بھی کر دیتی ہے۔ پس اعتدال ضروری ہے۔ اچھا کھاؤ لیکن اعتدال کے ساتھ۔

سفر اور بیماری میں روزہ جائز نہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں ''مجھے خوب یاد ہے کہ غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب جو آج کل غیر مبائع ہیں اور ان کے لیڈروں میں سے ہیں ایک دفعہ باہر سے آئے۔ عصر کا وقت تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور

سکتے ہیں۔ (جلسہ سالانہ کے دنوں میں رمضان آ گیا تھا اور جلسہ انہی دنوں میں ہوا لیکن جنہوں نے روزے رکھنے تھے وہ روزے بھی رکھتے رہے) مگر جو نہ رکھیں اور بعد میں رکھیں ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ (یہ اعلان شائع ہوا ہے) اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اوّل تو مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی فتویٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا۔ ہاں ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانہ خلافت کے پہلے ایام میں سفر میں روزہ رکھنے سے مَیں منع کیا کرتا تھا کیونکہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سکتے ہیں کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے وطن ثانی ہے۔ (حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں) گو مولوی عبداللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مقرب تھے مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور لوگوں کی بھی اس بارے میں شہادت لی تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا اور سوال اٹھا کہ آنے والوں کو

مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں

دیا کہ روزہ کھول دیں اور فرمایا سفر میں روزہ جائز نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ بیماریوں کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ دین سختی نہیں بلکہ آسانی سکھاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیمار اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے، ہم اس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محی الدین ابن عربی کا قول بیان کیا کہ سفر اور بیماری میں روزہ رکھنا آپ جائز نہیں سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک ایسی حالت میں رکھا ہوا روزہ دوبارہ رکھنا چاہئے۔

کو دیکھا تھا کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مرزا ایوب بیگ صاحب رمضان میں آئے اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر روزہ کھلوا دیا کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث اور گفتگو ہوئی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے سمجھا کہ شاید کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ اس لئے آپ نے ابن عربی کا قول پیش کیا کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا کہ مَیں سفر میں

روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں تو ایک صاحب نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جب جلسہ رمضان میں آیا تو ہم نے خود مہمانوں کو سحری کھلائی تھی۔ ان حالات میں جب مَیں نے یہاں جلسہ پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں اور آج کل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر ہی نہیں قرار دیتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہاں قادیان میں آ کے روزہ رکھنا جائز

ہے۔اب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آپ کا ایک فتویٰ تو لے لیں اور دوسرا چھوڑ دیں۔اس طرح تو وہی بات بن جاتی ہے جو کسی پٹھان کے متعلق مشہور ہے۔ پٹھان فقہ کے بہت پابند ہوتے ہیں۔ایک پٹھان طالبعلم تھا جس نے فقہ میں پڑھا کہ نماز حرکت کبیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ جب اس نے حدیث میں رسول کریم ﷺ کے متعلق پڑھا کہ آپ نے ایک دفعہ حرکت کی تو کہنے لگا اوہ! رسول کریم ﷺ کی نماز ٹوٹ گئی کیونکہ قدوری میں لکھا ہے کہ حرکت کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (غرض یہ پٹھان یا جو بھی شخص ان مولویوں کے پڑھے ہوئے ہیں وہ اُلٹے آنحضرت ﷺ کو فتوے دینے لگ گئے۔تو آپ فرماتے ہیں) غرض جس نے یہ فتویٰ دیا کہ سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔اسی نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان احمدیوں کا وطن ثانی ہے یہاں روزہ رکھنا جائز ہے۔اس لئے یہاں روزہ رکھنا آپ ہی کے فتوے کے مطابق ہوا۔ گو اس کی اَور بھی وجوہات ہیں۔

(الفضل 4 جنوری 1934ء صفحہ 4-3 جلد 21 نمبر 80)

نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے

قیام کے دوران روزوں کے بارے میں حضرت سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ روزوں کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ پر تین دن سے زائد اقامت کرنی ہو تو پھر وہ روزے رکھے اور اگر تین دن سے کم اقامت کرنی ہو تو روزے نہ رکھے اور اگر قادیان میں کم دن ٹھہرنے کے باوجود روزے رکھ لے تو پھر روزے دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب رجسٹر نمبر 5 دارالافتاء ربوہ بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 208 باب روزہ اور رمضان)

خدا تعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے

کیونکہ قادیان وطن ثانی ہے اس میں تین دن سے کم وقت میں بھی اگر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے لیکن باقی جگہوں پر تین دن اگر قیام ہے تو روزے رکھ سکتا ہے۔

مسافر اور مریض روزہ نہ رکھیں۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام یہ معلوم کرکے کہ لاہور سے ایک شخص شیخ محمد چٹو صاحب آئے ہیں اور دوسرے احباب بھی آئے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خُلقِ عظیم کی بناء پر باہر نکلے۔غرض یہ تھی کہ باہر سیر کو نکلیں گے۔احباب سے ملاقات کی تقریب ہو جائے گی۔ جو لوگ آئے ہیں ان سے ملاقات ہو جائے گی۔دوسرے لوگوں کو بھی پتا لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لائیں گے اس لئے بہت سارے لوگ چھوٹی مسجد میں (مسجد مبارک میں) موجود تھے۔جب حضرت اقدس اپنے دروازے سے باہر آئے تو معمول کے موافق خدام پروانہ وار آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر بعد سلام مسنون خیریت پوچھی کہ آپ اچھی طرح سے ہیں؟ پرانے ملنے والوں میں سے ہیں۔اور انہوں نے بابا چٹو جو آئے تھے انہوں نے کہا کہ بڑا شکر ہے۔حضرت اقدس نے حکیم محمد حسین قریشی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ان کے کھانے ٹھہرنے کا پورا انتظام کر دو۔جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو اور میاں نجم الدین کو تاکید کر دو کہ ان کے کھانے کے لئے جو مناسب ہو اور پسند کریں وہ تیار کریں۔حکیم صاحب نے کہا بہت اچھا۔ان شاء اللہ تکلیف نہیں ہوگی۔اور پھر حضرت اقدس نے ان مہمان سے پوچھا کہ آپ نے روزہ تو نہیں رکھا ہوا۔انہوں نے کہا مجھے تو روزہ ہے میں نے رکھ لیا ہے۔ یہ احمدی نہیں تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔خدا تعالیٰ نے مسافر و بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت و رخصت دی ہے۔ اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ گناہ ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے کہ مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ۔اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو۔ مَیں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں تو مَیں نے روزہ نہیں رکھا۔ چلنے پھرنے سے بیماری میں کچھ کمی ہوتی ہے اس لئے باہر جاؤں گا۔ (ان مہمان سے پوچھا) کیا آپ بھی چلیں گے؟ باباچٹو نے کہا نہیں، میں تو نہیں جاسکتا۔ آپ ہو آئیں۔ یہ حکم تو بے شک ہے مگر سفر میں کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں روزہ نہ رکھا جاوے۔حضرت اقدس نے فرمایا یہ تو آپ کی اپنی رائے ہے۔قرآن شریف نے تو تکلیف یا عدم تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔اب آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں۔انسان کو وہ راہ اختیار کرنی چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے اور صراط مستقیم مل جاوے۔اس پر بابا صاحب نے کہا کہ مَیں تو اسی لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ فائدہ اٹھاؤں۔اگر یہی راہ سچی ہے تو ایسا نہ ہو کہ ہم غفلت ہی میں مر جاویں۔حضرت اقدس نے فرمایا: ہاں یہ بہت عمدہ بات ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تھوڑی دور ہو آؤں۔ آپ آرام کریں''۔ (ماخوذ از الحکم مورخہ 31 جنوری 1907ء صفحہ 14 جلد 11 نمبر 4)

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ہوا۔حضرت مولوی نورالدین صاحب نے پھر وہی قول بیان فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ بیمار یا مسافر روزے کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گذرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ:185) جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خداتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خداتعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خداتعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزے رکھتا ہے وہ خداتعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خداتعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد وہ روزے رکھے۔ خداتعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے‘‘۔ زور سے نجات نہیں حاصل کی جاسکتی۔ فرمایا کہ ’’خداتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا‘‘۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 430-431۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں رحمت اللہ صاحب ولد حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام لدھیانہ تشریف لائے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ ہم سب غوث گڑھ سے ہی روزہ رکھ کر لدھیانہ گئے۔ حضور نے والد صاحب مرحوم سے خود دریافت فرمایا یا کسی اور سے معلوم ہوا (یہ مجھے یاد نہیں) کہ یہ سب غوث گڑھ سے آنے والے روزہ دار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میاں عبداللہ! خدا کا حکم جیسا روزہ رکھنے کا ہے ویسا ہی سفر میں نہ رکھنے کا ہے۔ آپ سب روزے افطار کردیں۔ ظہر کے بعد کا یہ ذکر ہے‘‘۔ چنانچہ سب کے روزے کھلوا دیئے گئے۔ (ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 125 روایت نمبر 1159)

پھر ایک اور روایت ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ میاں عبداللہ سنوری صاحبؓ نے بیان کیا کہ ’’اوائل زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں کوئی مہمان یہاں حضرت صاحب کے پاس آئے۔ اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گذر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا۔ حضرت صاحب نے اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں۔ اس نے عرض کیا کہ اب تھوڑا سا دن رہ گیا ہے اب کیا کھولنا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ سینہ زوری سے خداتعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ خداتعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھیں تو نہیں رکھنا چاہئے۔ اس پر اس نے روزہ کھول دیا‘‘۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ اوّل صفحہ 97 روایت نمبر 117)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت خانصاحب محمد خان صاحب لدھیانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا مَیں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور میرے رفقاء نے نہیں رکھا تھا۔ جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تھوڑا سا وقت غروب آفتاب میں باقی تھا۔ (سورج ڈوبنے والا تھا) حضرت کو انہوں نے کہا کہ ظفر احمد نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوراً اندر تشریف لے گئے اور شربت کا ایک گلاس لے کر آئے اور فرمایا روزہ کھول دو۔ سفر میں روزہ نہیں چاہئے۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کے بعد بوجہ مقیم ہونے کے ہم (وہاں کچھ دن ٹھہرنا تھا) روزہ رکھنے لگے۔ افطاری کے وقت حضرت اقدس خود تین گلاس ایک بڑے تھال میں رکھ کر لائے۔ ہم روزہ کھولنے لگے۔ (کیونکہ بعد کے دنوں میں وہاں قیام تھا اس لئے پھر انہوں نے روزے رکھے۔ اس قیام کے دوران ان دنوں میں جو روزے رکھے ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام افطاری کے وقت تھال میں رکھ کر ٹرے میں شربت کے تین بڑے گلاس لائے اور ہم اس سے روزہ کھولنے لگے۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضور منشی جی کو یعنی منشی اروڑے خان صاحب کو ایک گلاس میں کیا ہوتا ہے۔ (سارا دن کا روزہ ہے ایک ایک گلاس آپ پانی کا لائے ہیں اس سے ان کا کیا بنے گا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرائے اور جھٹ اندر تشریف لے گئے اور ایک بڑا لوٹا شربت کا بھر کر لائے اور منشی جی کو پلایا۔ منشی جی یہ سمجھ کر کہ حضرت اقدس کے ہاتھ سے شربت پی رہا ہوں، پیتے رہے اور ختم کر دیا۔ (اصحاب احمدؓ جلد 4 صفحہ 224۔ نیا ایڈیشن۔ روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)۔ ایک بڑا جگ لے کر آئے وہ ختم کر دیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایک روایت تحریر کرتے ہیں کہ ملک مولا بخش صاحب پنشنر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان شریف میں امرتسر میں تشریف لائے۔ آپ کا لیکچر منڈوا بابو گھنیا لعل (جس کا نام اب بندے ماترم پال ہے) میں ہوا۔ بوجہ سفر کے حضور کو روزہ نہ تھا۔ لیکچر کے دوران مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے چائے کی پیالی پیش کی۔ حضورؑ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر وہ اور آگے ہوئے۔ پھر بھی حضورؑ مصروف لیکچر رہے۔ پھر مفتی صاحب نے پیالی بالکل قریب کر دی تو حضورؑ نے لے کر چائے پی لی۔ اس پر لوگوں نے شور مچا دیا کہ یہ ہے رمضان شریف کا احترام۔ روزے نہیں رکھتے اور بکواس شروع کر دی۔ لیکچر بند ہو گیا اور حضور پس پردہ ہو گئے۔ (پیچھے چلے گئے) گاڑی دوسری طرف دروازے کے سامنے لائی گئی اور حضورؑ اس میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے اینٹ پتھر وغیرہ مارنے شروع کئے اور بہت ہلّڑ مچایا۔ گاڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا مگر حضور بخیر وعافیت قیام گاہ پہنچ گئے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں سنا گیا کہ ایک غیر احمدی مولوی یہ کہتا تھا کہ اَج لوکاں نے مرزے نوں نبی بنا دِتّا۔ یہ میں نے خود ان کے منہ سے تو نہیں سنا۔ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ ہم باہر نکلے۔ تو اس وقت ان کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ اینٹ پتھر

مار رہے ہیں ابھی تک شور شرابا ہے۔ ذرا ٹھہر جائیں۔ تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا 'وہ گیا جسے مارتے تھے۔ مجھے کون مارتا ہے'۔ چونکہ اس موقع پر مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے چائے پیش کرنے پر یہ سب گڑبڑ ہوئی تھی، (یہ فساد پیدا ہوا تھا، لوگوں نے شور مچایا تھا) اس لئے سب آدمی ان کو کہتے تھے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ سب احمدی ان کے پیچھے پڑ گئے کہ تمہاری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان کو ایسا کہا۔ وہ بیچارے تنگ آ گئے اور کہتے ہیں بعد میں میاں عبدالخالق صاحب مرحوم احمدی نے مجھے بتایا کہ جب یہ معاملہ حضور کے سامنے پیش ہوا کہ مفتی صاحب نے خواہ مخواہ لیکچر خراب کر دیا تو حضور نے فرمایا مفتی صاحب نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل سے اس حکم کی اشاعت کا موقع پیدا کر دیا۔ (یہ جواب تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔ جب یہ جواب حضرت مفتی صاحب نے سنا تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ) پھر تو مفتی صاحب اور بھی شیر ہو گئے''۔ (ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 147 روایت نمبر 1202)

بیمار ہونے پر روزہ کھول دینا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ آپ ہمیشہ شریعت میں سہل راستے کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں حضرت عائشہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی ذکر آتا ہے کہ آپ ہمیشہ دو جائز رستوں میں سے سہل رستے کو پسند فرماتے تھے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوئم صفحہ 637 روایت نمبر 697)

یہ سوال ہوا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جبکہ کام کی کثرت ہو مثلاً بیجائی ہو رہی ہے یا کٹائی ہو رہی ہے، ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا۔ تو اس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ وطہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے پھر جب میسر ہو رکھ لے۔ (خاص طور پر گرمی کے دن لمبے ہوتے ہیں اور ان ممالک میں شدید گرمی ہوتی ہے۔ وہاں کے بارے میں ہے کہ مزدوری کی وجہ سے بعد میں رکھ لیں اور وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ۔ کی نسبت فرمایا ''اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے''۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 394۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

رمضان میں جن سے روزے نہیں رکھے جاتے وہ فدیہ دیتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزے کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزے کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 258-259۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ محض اس بات کا فدیہ ہے کہ ان مبارک ایام میں وہ کسی جائز شرعی عذر کی بنا پر باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ عبادت ادا نہیں کر سکا۔ آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عارضی اور ایک مستقل۔ فدیہ بشرط استطاعت ان دونوں حالتوں میں دینا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے بہرحال سال دو سال یا تین سال کے بعد جب بھی اس کی صحت اجازت دے اسے پھر روزے رکھنے ہوں گے سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں، کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہو جائے۔ باقی جو بھی کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہو اگر وہ مریض یا مسافر ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ رمضان میں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے اور دوسرے ایام میں روزے رکھے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ فدیہ بھی دیتے تھے اور بعد میں روزے بھی رکھتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تاکید بھی فرمایا کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 389)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں (یا جو بھی اب جماعتی نظام ہے اس میں دینا جائز ہے کہ نہیں)؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 171۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اپنا کوئی واقف کار ہے کسی کے روزے کھلوانے ہیں تو وہاں بھی کھلوائے جا سکتے ہیں۔ بے خبری میں کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایک خط سے یہ سوال آپ کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں بوقت سحر بماہ رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا۔ جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہو گئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر رکھنا لازم ہے یا نہیں؟ (دیر تک سحری کھاتا رہا۔ سفیدی ظاہر ہو چکی تھی) آپ نے فرمایا کہ بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 186۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اگر بے خبری

میں کھا لیا پھر کوئی حرج نہیں۔ عمر کا سوال کہ کس عمر میں روزہ رکھنا چاہئے؟ کئی بچے بھی پوچھتے ہیں۔ بڑے بھی پوچھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بیوقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزے رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہو گا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت ان کو روزوں کی ضرور مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور سنت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ (بارہ تیرہ سال میں جب روزے کی اجازت دلوائی تھی تو صرف ایک روزہ رکھوایا تھا) اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔ (بچپن میں ماں باپ کا کام ہے روکیں، زیادہ نہ رکھنے دیں۔ پھر جب جوانی کی عمر آ رہی ہے تو پھر جرأت دلائیں اور ان سے روزے رکھوائیں) اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں۔ اور دیکھنے والوں کو بھی اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلقی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ (اکثر یوں ہی ہوتا ہے۔ میرے پاس بھی ایسے آتے ہیں) اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بچے روزے کے لئے شاید اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلے میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں ہی اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ہی ان الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزے کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا نہ خدا تعالیٰ پر بلکہ اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اس پر طعن کریں تو وہ طعن کرنے والے بھی اپنی جان پر ظلم کریں گے۔ (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 385)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی تھیں کہتی ہیں قبل بلوغت کم عمری میں آپ علیہ السلام روزہ رکھوانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بس ایک آدھ رکھ لیا کافی ہے۔ حضرت اماں جان نے میرا پہلا روزہ رکھوایا تو بڑی دعوت افطار دی۔ یعنی جو خواتین جماعت تھیں سب کو بلایا تھا۔ اس رمضان کے بعد دوسرے یا تیسرے رمضان میں مَیں نے روزہ رکھ لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا کہ آج میرا روزہ پھر ہے۔ آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ پاس سٹول پر دو پان لگے رکھے تھے۔ غالباً حضرت اماں جان بنا کر رکھ گئی ہوں گی۔ آپ نے ایک پان اٹھا کر مجھے دیا کہ لو یہ پان کھا لو تم کمزور ہو۔ ابھی روزہ نہیں رکھنا۔ توڑ ڈالو روزہ۔ میں نے پان تو کھا لیا مگر آپ سے کہا کہ صالحہ (یعنی ممانی جان مرحومہ۔ چھوٹے ماموں جان کی اہلیہ محترمہ) نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی اس وقت چھوٹی عمر کی تھیں ان کا بھی تڑوا دیں۔ فرمایا بلاؤ اس کو بھی۔ میں بلا لائی۔ وہ آئیں تو ان کو بھی دوسرا پان اٹھا کر دیا اور فرمایا لو یہ کھا لو۔ تمہارا روزہ نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ غالباً میری عمر دس سال کی ہو گی۔ (ماخوذ از تحریراتِ مبارکہ بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 214 باب روزہ اور رمضان)

اسی طرح تراویح کے بارے میں بعض سوال ہیں۔ اکمل صاحب آف گولیکی نے بذریعہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی مزدور، زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اوّل شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جائے تو کیا جائز ہو گا؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ پڑھ لیں۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 65۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تراویح کے متعلق عرض ہوا کہ جب یہ تہجد ہے تو بیس رکعات پڑھنے کی نسبت کیا ارشاد ہے کیونکہ تہجد تو مع وتر گیارہ یا تیرہ رکعت ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی سنّت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ (مناسب تو یہی ہے کہ تہجد کے وقت اٹھ کے آٹھ رکعت پڑھا جائے لیکن اگر پہلی رات پڑھ لو تو پھر بھی جائز ہے) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اوّل حصہ میں اُسے پڑھا۔ بیس رکعات بعد میں پڑھی گئیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی سنّت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 113۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یہ جو بیس رکعات یا زیادہ رکعات والی باتیں ہیں یہ تو بعد کی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی سنت آٹھ رکعت تہجد ہے۔

ایک صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہئے اور تراویح کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا سفر میں دوگانہ سنت ہے۔ تراویح بھی سنت ہے۔ پڑھا کریں اور کبھی گھر میں تنہائی میں پڑھ لیں کیونکہ تراویح دراصل تہجد ہے۔ کوئی نئی نماز نہیں ہے۔ وتر جس طرح پڑھتے ہو بے شک پڑھو۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 22۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ چند باتیں تھیں رمضان سے متعلق جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرتے ہوئے رمضان کے روزوں سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تعارف کتب

مرتبہ: محمد انیس دیالگڑھی

کتاب البریہ

کتاب البریہ 24 جنوری 1898ء کو شائع ہوئی۔ جنگ مقدّس کے مناظرے (مئی 1893ء) میں شکستِ فاش کے بعد عیسائی حضرات اپنے زخم چاٹ رہے تھے کہ انہیں دنوں عبدالحمید نامی ایک فاترالعقل شخص جو قبل ازیں قادیان رہ چکا تھا، عیسائیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہ جب امرتسر پہنچا تو پادریوں نے بہلا پھسلا کر اور پھر دھمکیاں دے کر اُس کو یہ بیان دینے پر مجبور کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو قتل کرنے کی غرض سے یہاں بھیجا ہے۔ جس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مقدمہ قتل بنا مگر دشمنوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باعزت بریت عطا فرمائی۔ چنانچہ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے کتاب البریہ تصنیف فرمائی اور مذکورہ مقدمہ کی روئیداد اور تفصیل تحریر فرمائی بلکہ تمام گواہان کے بیان بھی شائع کر دیئے۔

بعدہٗ مسلمانوں کے دوغلے پن کا بھی ذکر کیا جو ایک طرف تو جماعت احمدیہ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے انگریزی حکومت کو تحریریں لکھ کر اشتعال دلانے کی کوشش کی کہ یہ شخص حکومت کا مخالف ہے اور خاص طور پر عیسائیت کا دشمن ہے۔ یہی بات علماء نے اس مقدمہ کے دوران عدالت میں بھی کہی۔ کتاب البریہ میں حضور علیہ السلام نے اس بات کی تردید کی کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ علیہ السلام حکومت کے خیرخواہ اور فرمانبردار ہیں۔ اپنی تحریر میں سخت الفاظ کے استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے کتاب البریہ رکھا ہے''۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 11)

پھر حضور علیہ السلام نے مزید تحریر فرمایا کہ سخت الفاظ کے استعمال کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ آپ نے احمدی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے باہر متصوّر ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا''۔

پھر فرمایا: ''ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبّت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔

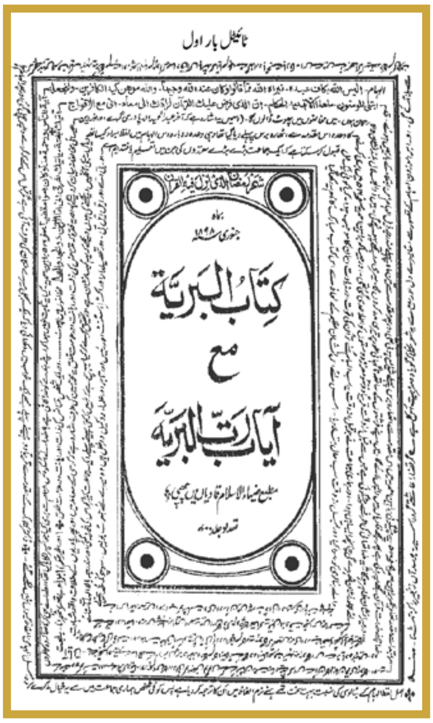

دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیرخواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں''۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 14)

اسی کتاب میں آپؑ نے عیسائیوں کے عقیدے کا بُطلان اس طرح سے بیان فرمایا:

''اے عیسائیو! یاد رکھو کہ مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں ہے تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ خدا کی عظمت مخلوق کو مت دو۔ ان باتوں کے سننے سے ہمارا دل کانپتا ہے کہ تم ایک مخلوق ضعیف درماندہ کو خدا کر کے پکارتے ہو سچے خدا کی طرف آجاؤ تا تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 55)

پھر آپؑ نے اپنے الہامات کا ذکر فرمایا جن میں آپ کا مقام ظاہر فرمایا۔ اس کا آغاز تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں کے الہام سے شروع ہو کر اس فقرہ پر ختم ہوتا ہے کہ ''اے لوگو! تمہارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو''۔

دوست رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھائیں

نوافل، ذکرِ الٰہی اور دعائیں، فدیہ کن حالات میں واجب ہوتا ہے اور اس کا صحیح مصرف کیا ہے

(از افاضات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ)

آج سے رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ جو روزوں کے علاوہ نوافل اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی اور صدقہ وخیرات کا خاص مہینہ ہے اور اس میں کلامِ پاک کی تلاوت کا بھی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ عبادتیں ایسی ہیں کہ انہیں ملحوظ رکھ کر رمضان گزارنے والے انسان کے لئے (بشرطیکہ اس کی نیت صالح اور پاک ہو اور اس میں کوئی پہلو ریا وغیرہ کا نہ پایا جاوے) ناممکن ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ کی برکات سے حصہ نہ پائے۔ اور خدائے رحیم وکریم کے دربار سے خالی ہاتھ لَوٹ جائے۔ بلکہ ہر شخص اپنی نیّت اور اپنے مجاہدہ کے مطابق پھل پاتا ہے اور محروم صرف وہی شخص رہتا ہے جس کی یا تو نیّت میں فتور ہے اور یا اس کی سعی وجہد ناقص ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ اس مبارک مہینہ کو ان تمام برکات سے معمور کرنے کی کوشش کریں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ یعنی:

(1) مسنون طریق پر روزہ رکھیں جو رمضان کی اصل اور بنیادی عبادت ہے اور جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ اس کی جزاء میں خود ہوں۔

(2) فرض نمازوں کے علاوہ نفل نمازوں پر بھی زیادہ زور دیں۔ جن میں دو نمازیں خاص طور پر اہم ہیں۔ یعنی نمازِ تہجد اور نمازِ ضحیٰ۔

(3) دعاؤں میں بڑھ چڑھ کر شغف دکھائیں اور انفرادی اور خاندانی دعاؤں کے علاوہ جماعتی دعاؤں کو بھی ہرگز نہ بھولیں بلکہ انہیں مقدّم کریں۔ جن میں اسلام اور احمدیت کی ترقی، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت اور درازیٔ عمر، مبلغین سلسلہ کی کامیابی و کامرانی، دیگر کارکنانِ جماعت کی نصرت اور سلامت روی، قادیان اور ربوہ کی حفاظت اور استحکام کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا جائے۔ دعاؤں کے متعلق مجھے آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ نہیں بھولتے ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ'' یعنی دعا عبادت کے لئے گویا گودے کا حکم رکھتی ہے۔ جس طرح گودہ کے بغیر ایک ہڈی انسانی خوراک کے لحاظ سے ایک بیکار سی چیز ہوتی ہے اسی طرح وہ عبادت بھی ایک بے جان عبادت ہے جس میں دعا شامل نہ ہو۔

(4) ذکرِ الٰہی پر بہت زور دیا جائے اور نماز کے علاوہ دیگر اوقات کو بھی اس ذکر سے معمور رکھا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی کی شیرینی سے اپنے دل وزبان کو تروتازہ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ ذکرِ الٰہی میں کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ اور تسبیح وتحمید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ بہترین اذکار ہیں۔ اسی طرح لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی بہت عمدہ اذکار میں سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی مختلف صفات یعنی

اسماء حسنیٰ کو ان کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے یاد کرنا اور ان کا ورد رکھنا روح کی بالیدگی کا ایک نہایت مجرب ذریعہ ہے۔

(5) رمضان کی ایک خصوصی برکت صدقہ وخیرات ہے۔ جس کے ذریعہ نہ صرف صدقہ دینے والا خدا کی عظیم الشان نعمتوں سے حصہ پاتا ہے اور تلخ تقدیریں دور ہوتی ہیں اور انسان کی کمزوریوں پر خدا کی ستاری کا پردہ پڑتا ہے بلکہ قوم کے غریب افراد کی ضروریات کے پورا ہونے کا بھی سامان پیدا ہوتا ہے۔ اور چونکہ رمضان میں غرباء کی ضروریات غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہیں اس لئے لازماً رمضان کا صدقہ وخیرات بہت زیادہ ثواب کا موجب ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان میں آنحضرت ﷺ کا دستِ مبارک صدقہ وخیرات میں اس طرح چلتا تھا جس طرح کہ ایک ایسی تیز آندھی چلتی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہ لائے۔ اس صدقہ وخیرات کا بہترین مصرف اپنے ماحول کے غرباء اور مساکین ہیں۔ کیونکہ اس سے آپس کی محبّت اور اخوت اور ہمدردی اور مواخات کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حسب حالات مرکز میں بھی صدقہ کی رقوم بھجوائی جاسکتی ہیں۔

(6) رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت پر بھی خاص طور پر زور دیا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر رمضان میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کا ایک دَور مکمل کرتے تھے۔ لیکن آخری سال جب کہ قرآن کا نزول مکمل ہوگیا تھا آپ نے تلاوت کے دو دَور مکمل کئے۔ چونکہ ہمارے لئے بھی قرآن مجید مکمل صورت میں ہے اس لئے ہمیں بھی حتی الوسع دو دَور پورے کرنے چاہئیں۔ اور ایک دور تو بہر حال ضروری ہے۔ اور قرآن کریم پڑھنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ ہر رحمت کی آیت پر دل میں دعا کی جائے اور ہر عذاب کی آیت پر استغفار کیا جائے۔ اس طرح تلاوت گویا ایک زندہ حقیقت بن جاتی ہے بلکہ ایک مجسم دعا۔

(7) ان عبادات کے علاوہ جن دوستوں کو توفیق ملے اور وہ اپنے فرائض منصبی سے فرصت پاسکیں اور ان کی صحت اور دیگر حالات بھی اجازت دیں تو انہیں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی برکات سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اعتکاف گویا ایک وقتی اور محدود رہبانیت ہے۔ جس میں انسان چند دن کے لئے دنیا سے کٹ کر کلیتہً خدا کے لئے وقف ہو جاتا ہے اور اس میں ان تمام عبادات پر خاص زور دیا جاتا ہے جو رمضان کے عام ایام کے لئے اوپر بیان کی گئی ہیں۔

رمضان کا ایک خاص مسئلہ فدیہ کا مسئلہ ہے لیکن افسوس ہے کہ کئی لوگ فدیہ کی حقیقت سے واقف نہیں۔ اور ہر بیماری یا سفر کی صورت میں فدیہ دے کر خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ اب ہم روزوں کی ذمہ داری سے آزاد ہوگئے ہیں۔ حالانکہ عام بیماری یا سفر کی صورت میں عِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ کا حکم ہے نہ کہ فدیہ کا۔ یعنی ایسے لوگوں کو بیماری سے شفا پانے یا سفر کی حالت ختم ہونے کے بعد دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کرنی چاہئے۔ فدیہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ضعف پیری یا دائم المرض ہونے کی وجہ سے دوسرے ایام میں روزوں کی گنتی پوری کرنے کی امید نہ رکھتے ہوں۔ یا وہ ایسی عورتوں کے لئے ہے جو حمل اور رضاعت کے طویل زمانہ کی وجہ سے گنتی پوری کرنے سے عملاً معذور ہوں۔ اسی لئے قرآن مجید میں فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ اور عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کے احکام کو علیحدہ علیحدہ صورت میں بیان کیا ہے۔

بہر حال جو بھائی بہن ضعف پیری یا دائم المرض ہونے کی وجہ سے یا حمل اور رضاعت کی مجبوری کی بناء پر رمضان کے بعد روزوں کی گنتی پوری کرنے کی امید نہ رکھتے ہوں ان کو روزوں کے بدل کے طور پر فدیہ ادا کرنا چاہئے جو فدیہ دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ فدیہ صرف روزہ کا بدل ہے۔ رمضان کی باقی عبادات (مثلاً نوافل، دعائیں، تلاوت اور صدقہ وخیرات وغیرہ) اس طرح قائم رہتی ہیں اور ان میں فدیہ دینے کے باوجود حتی المقدور اور حسب استطاعت غفلت نہیں ہونی چاہئے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ فدیہ نقدی کی صورت میں بھی دیا جاسکتا ہے اور طعام کی صورت میں بھی۔

فدیہ کی رقم تین طرح خرچ کی جاسکتی ہے: (اوّل) اپنے ماحول کے غرباء اور مساکین میں۔ (دوم) ربوہ کے مساکین کے لئے مرکز میں بھجوا کر۔ اور (سوم) قادیان کے غریب درویشوں کی مدّ میں ادا کرکے۔ جن میں سے آج کل کئی انتہائی تنگی میں گزارہ کر رہے ہیں۔ پس فدیہ دینے والے اصحاب قادیان کے غریب درویشوں کو بھی ضرور یاد رکھ کر ثواب کمائیں۔ گو بہر حال ان تینوں قسم مصارف کے علیحدہ علیحدہ فوائد اور ان کی علیحدہ علیحدہ برکات ہیں۔

فدیہ کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ گو اصل مسئلہ کے لحاظ سے فدیہ صرف ان لوگوں پر واجب ہوتا ہے جو اپنے حالات کے لحاظ سے بعد میں روزوں کی گنتی پوری کرنے کی امید نہ رکھتے ہوں۔ مگر بعض اولیاء اور صوفیاء کا یہ طریق بھی رہا ہے کہ بعد میں گنتی پوری کرنے کی امید رکھنے کے باوجود وہ فدیہ بھی ادا کرتے رہے ہیں۔ پس اگر کسی صاحب کو توفیق ہو تو روحانی لحاظ سے (نہ کوئی فریضہ کے طور پر) یہ طریق زیادہ ثواب کا موجب ہے اور اس میں دوہری نیکی ہے۔ کہ چونکہ زندگی کا اعتبار نہیں فدیہ بھی دے دیا اور پھر توفیق پانے پر دوسرے ایام میں گنتی بھی پوری کرلی۔

بالآخر یہ خاکسار اپنے احباب کی خدمت میں پھر دوبارہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ رمضان ایک نہایت ہی مبارک مہینہ ہے۔ اس کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور نوافل اور ذکر الٰہی اور دعاؤں کے ذریعہ خداتعالیٰ کے قریب تر ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق حدیث میں کیا پیارا فقرہ آتا ہے کہ ''اَحْيَ لَيْلَةً''، یعنی آپ نوافل اور ذکر الٰہی اور دعاؤں کے ذریعہ رات جیسی تاریک اور مردہ اور غافل گھڑی کو بھی زندگی کے انوار سے معمور کر دیتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 4 اپریل 1957ء)

اعتکاف: ایک غیر معمولی ریاضت

اویس احمد نوید۔ مربی سلسلہ

رمضان کا مبارک مہینہ رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے۔اور اس مبارک ماہ کا ہر دن اپنے اندر برکتیں رکھتا ہے۔مگر رمضان کا آخری عشرہ غیر معمولی برکات سمیٹے ہوئے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ کو رحمت الٰہی کے نزول کا اور دوسرے کو مغفرت حاصل کرنے کا اور تیسرے عشرہ کو آگ سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ایک مومن رمضان کے پہلے دو عشروں سے خدا تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا حصہ پاتا ہے لیکن آخری عشرہ میں بالخصوص اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس مہینہ کی برکات سے فائدہ اٹھانے کا وقت بہت کم رہ گیا ہے لہٰذا وہ نئے عزم کے ساتھ کمر ہمت کس لیتا ہے اور دنیاوی جذبات اور خواہشات سے منقطع ہو کر پورے دل کے ساتھ خدا کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عبادات بجا لاتا ہے۔ ان عبادات میں اعتکاف بھی شامل ہے۔ اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ میں بند ہو جانے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ انسان جب چاہے اور جس دن چاہے اعتکاف کر سکتا ہے۔ لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف مسنون ہے۔

رمضان المبارک میں اور بالخصوص آخری عشرہ کی بابت حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ میں نبی کریمؐ اپنی کمر ہمت کس لیتے تھے۔ اپنی راتوں کو زندہ کرتے اور عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔اور گھر والوں کو بھی جگا کر عبادت کے لیے تحریک فرماتے تھے۔ اور اتنی محنت اور مجاہدہ آخری عشرہ میں فرماتے تھے کہ اتنا اہتمام کسی اور زمانہ میں نہیں ہوتا تھا۔ (مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتہاد فی اللہ)

احادیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک عشرے سے زیادہ بھی اعتکاف کیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے پورا رمضان بھی اعتکاف کیا۔مسنون اعتکاف جس کی نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری رمضان میں صحابہ کو تاکید اور نصیحت کی ہے وہ آخری عشرہ کا اعتکاف تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ 20/رمضان المبارک کی نماز فجر پڑھنے کے بعد اعتکاف شروع فرمایا کرتے تھے اور ماہ شوال کا چاند طلوع ہونے پر اعتکاف ختم فرمایا کرتے تھے۔ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الاعتکاف)

اسی طرح حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ۔

رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ مَیں آپ ﷺ کے لیے خیمہ تیار کرتی، آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس میں تشریف لے جاتے۔ (صحیح بخاری کتاب الاعتکاف)

اعتکاف کے لیے موزوں اور مناسب جگہ مسجد ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَاَنۡتُمۡ عٰکِفُوۡنَ فِی الۡمَسٰجِدِ

جبکہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو۔ (البقرۃ:188)

آنحضرت ﷺ، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں ہی اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن بامر مجبوری گھروں میں بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے الہٰ آباد کے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یہاں احمدیوں کی مسجد تو کوئی نہیں۔ میں نے ایک مکان اپنی رہائش کے واسطے کرایہ پر لیا ہوا ہے اسی کے ایک کمرے میں احمدی برادران نماز اور جمعہ پڑھ لیتے ہیں کیا ماہ رمضان میں وہاں میں اعتکاف کرسکتا ہوں؟

فرمایا: ''ہاں آپ وہیں اعتکاف کرلیں''۔

(ارشادات نور جلد 3 صفحہ 161)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے سوال ہوا کہ کیا گھر میں اعتکاف ہوسکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ''مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا''۔

(فرمودات مصلح موعودؓ دربارہ فقہی مسائل۔ زیر عنوان اعتکاف صفحہ 171)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کورونا کی وبا کے ایام میں بذریعہ سرکلر از طرف جماعت احمدیہ یوکے نہایت اعلیٰ راہنمائی فرمائی کہ

اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد بڑا واضح ہے کہ ''مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا''۔ اور یہی میرا موقف ہے۔ تاہم عورتوں کو گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت ہے۔

نیز فرمایا:

''باقی اعتکاف بیٹھنا ہر ایک کے لیے ضروری بھی نہیں لیکن چونکہ آج کل لوگوں کو مسجدوں میں نماز یا جمعہ کے لیے آنے کی اجازت نہیں، اس لیے گھروں میں کسی نے نماز کے لیے کوئی معین جگہ کی ہوئی ہے جہاں لوگوں کا عام آنا جانا نہیں ہے تو وہاں اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں پھر گھر والے مل کر باجماعت نمازوں کے ساتھ ساتھ اس جگہ جمعہ بھی ادا کریں۔ لیکن یہ اجازت صرف مجبوری کے حالات میں ہے۔ عام دنوں میں مسجدوں میں ہی اعتکاف بیٹھنا چاہیے''۔ (الفضل انٹرنیشنل 4 مئی 2021ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعتکاف کے متعلق چند امور بیان فرمائے ہیں چنانچہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''سخت ضرورت کے سبب کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جاسکتا ہے''۔ (بدر 21 ؍فروری 1907ء صفحہ 5)

اسی طرح ایک مرتبہ ڈاکٹر عباداللہ صاحب امرتسری اور خواجہ کمال الدین صاحب معتکف تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا:

اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ۔ چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جاکر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے اور ہر ایک ضروری بات کرسکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہئے اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔

(البدر 2 جنوری 1903ء صفحہ 74)

اعتکاف میں ایک مسلمان ایک طرح سے ترک دنیا کرکے دنیا کے تمام جھمیلوں سے آزاد ہو کر سارا وقت خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان ایام میں قبل از وقت یہ علم ہو کہ اعتکاف کے دوران کسی کام کی وجہ سے اعتکاف جاری نہیں رکھا جاسکے گا تو اعتکاف نہیں بیٹھنا چاہئے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے زمانے میں حکیم فضل الدین صاحب بھیروی اعتکاف بیٹھے۔ مگر اعتکاف کے دنوں میں ہی ان کو کسی مقدمہ میں پیشی کے واسطے باہر جانا پڑ گیا۔ چنانچہ وہ اعتکاف توڑ کر عصر کے قریب یہاں سے جانے لگے تو حضرت صاحبؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ کو مقدمہ میں جانا تھا تو اعتکاف بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی''۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ نمبر 91,90 روایت نمبر 114)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روایات ملتی ہیں کہ آپ نے اعتکاف نہیں کیا چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ میں نے کبھی حضرت مسیح موعودؑ کو اعتکاف بیٹھتے نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب سنوریؓ نے بھی مجھ سے یہی بیان کیا ہے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 62۔ روایت نمبر 86۔ ایڈیشن 2008ء)

اسی طرح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں، ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ تسبیح نہیں رکھی۔ میرے سامنے ضَب یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا۔ صدقہ نہیں کھایا۔ زکوٰۃ نہیں کھائی۔ صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ پیروں کی طرح مصلّٰی اور خرقہ نہیں رکھا۔ رائج الوقت درود و وظائف (مثلاً پنج سُورہ۔ دعائے گنج العرش۔ درود تاج۔ حزب البحر۔ دعائے سریانی وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کے لئے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا۔ کیونکہ ساری جائیداد وغیرہ اوائل میں ہمارے دادا صاحب کے ہاتھ میں تھی اور بعد میں تایا صاحب کا انتظام رہا۔ اور اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ ایک تو آپ جہاد کے کام میں منہمک رہے۔ دوسرے آپ کے لئے حج کا راستہ بھی مخدوش تھا۔ تاہم آپ کی خواہش رہتی تھی کہ حج کریں۔ چنانچہ حضرت والدہ صاحبہ نے آپ کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کروادیا۔

اعتکاف ماموریت کے زمانہ سے قبل غالباً بیٹھے ہوں گے، مگر ماموریت کے بعد بوجہ قلمی جہاد اور دیگر مصروفیت کے نہیں بیٹھ سکے۔ کیونکہ یہ نیکیاں اعتکاف سے مقدم ہیں۔ اور زکوٰۃ اس لئے نہیں دی کہ آپ کبھی صاحبِ نصاب نہیں ہوئے۔ البتہ حضرت والدہ صاحبہ زیور پر زکوٰۃ دیتی رہی ہیں۔ اور تسبیح اور رسمی وظائف وغیرہ کے آپ قائل ہی نہیں تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم۔ جلد اوّل، صفحہ نمبر 623.624۔ روایت نمبر 672۔ ایڈیشن 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

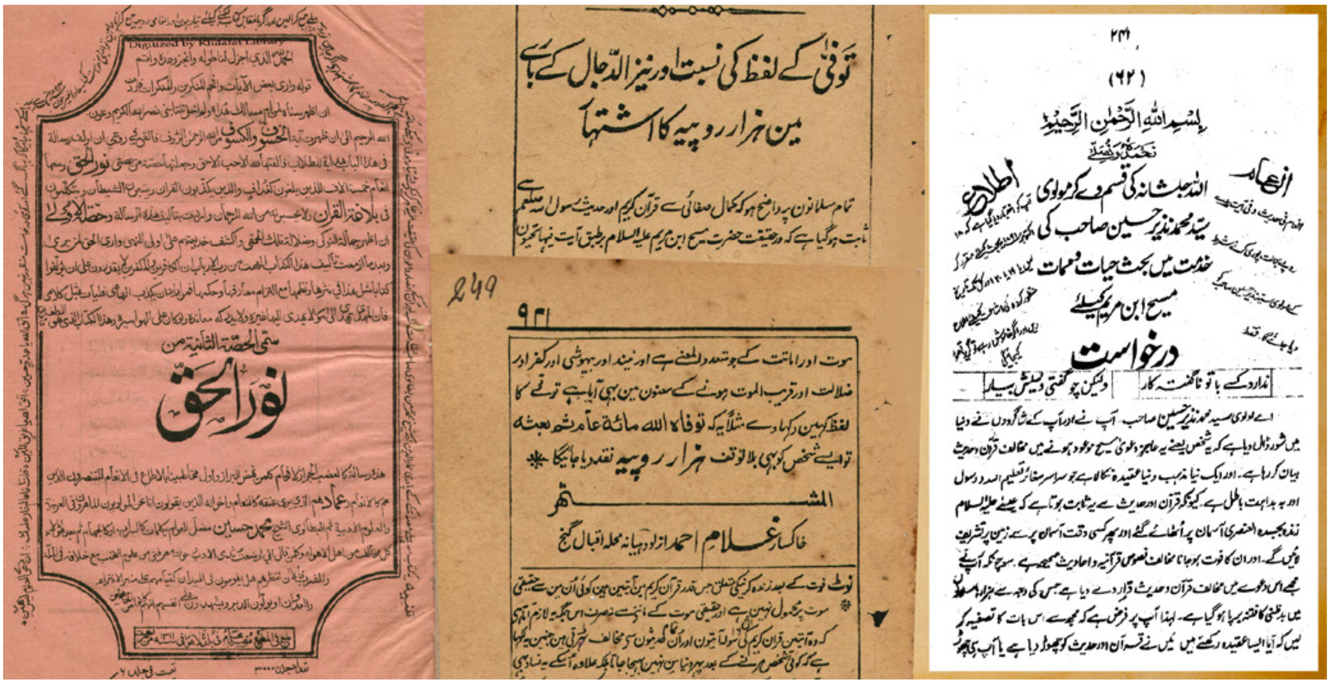

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

صداقت پرکھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیئے ہوئے چیلنجز

(مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب۔ مبلغ سلسلہ جرمنی)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مسیح موعودؑ و مہدی معہودؑ ہونے کا دعویٰ کیا تو سنّت اللہ کے موافق آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔ علمی و روحانی جنگ کے میدان میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جہاں ٹھوس دلائل پیش کئے وہاں حق اور باطل میں امتیاز کرنے کے لئے اپنے مخالفین کو کئی چیلنج بھی دیئے جن کی تعداد بے شمار ہے۔ یہ چیلنج ان مذاہب کے ماننے والوں، سربراہوں اور راہنماؤں کے نام تھے مگر کسی کو یہ چیلنج قبول کرنے یا حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کو توڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ نہ صرف مقابلہ کے لئے کوئی سامنے نہ آیا بلکہ ہر مذہب اور مسلک والوں نے آپ کی مخالفت میں کتابوں پر کتابیں لکھ ڈالیں، مباحثے اور مناظرے بھی کئے، پیشگوئیاں بھی شائع کیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے سامنے کسی کی کوئی چال یا حربہ کامیاب نہ ہوا کیونکہ جس خدا نے آپؑ کو مبعوث کیا تھا وہ آپ کی پشت پر تھا اور یہ اُسی کا وعدہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے ہی غالب آنا ہے۔ (المجادلہ:22)

حضرت مسیح موعودؑ نے کئی قسم کے چیلنج دیئے مثلاً کتب نویسی کے مقابلہ کے چیلنج، عربی زبان میں تفسیر نویسی کا چیلنج، فضائل القرآن میں مقابلہ کے چیلنج، عربی نویسی میں مقابلہ کے چیلنج اور آریہ سماج کے عقائد سے متعلق علمی چیلنج وغیرہ۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اردو، عربی اور فارسی میں 88 تالیفات پر مشتمل زندگی بخش تحریریں پیش کیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں مضامین، اشتہارات اور ملفوظات بھی ہیں۔ 88 کتب میں سے 11 کتب کا جواب لکھنے پر اور معارف قرآنی اور متعدد علمی صداقتوں کے لئے حضورؑ نے ہزاروں روپے کے انعامی چیلنج دیئے مگر کسی کو آج تک مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

ان کتب کا مقابلہ کرنے پر انعامی رقوم کی مختصر تفصیل یہ ہے:

1۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصص 10,000 روپے
2۔ سرمہ چشم آریہ 500 روپے
3۔ کرامات الصادقین 1000 روپے

4۔نورالحق 5000 روپے

5۔اعجاز احمدی 10,000 روپے

6 اتمام الحجۃ 1000 روپے

7۔تحفہ گولڑویہ 500 روپے

8۔سرالخلافہ 27 روپے

رقوم کے علاوہ درج ذیل کتب کے بالمقابل کتاب یا ان کا رَدّ لکھنے پر اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کر لینے کے وعدہ پر مبنی چیلنج دیئے۔ 1۔اعجازالمسیح، 2۔ حجۃ اللہ، 3۔الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ۔

علاوہ ازیں بعض پیشگوئیوں اور نشانات کے بارے میں بھی آپؑ نے مختلف چیلنجز دیئے۔ ان میں سے ایک کسوف وخسوف سے متعلق بھی تھا جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانہ میں آنے والے حضرت مہدی علیہ السلام کے نشان صداقت کے طور پر ماہ رمضان میں چاند اور سورج گرہن کی پیشگوئی فرمائی تھی جو حضرت امام باقر محمد بن علیؒ کی روایت سے سنن الدارقطنی میں درج ہے۔ یہ نشان 1311ھ بمطابق 1894ء کو رمضان المبارک میں چاند کی 13 اور سورج کی 28 تاریخ کو گرہن لگنے سے پورا ہوا۔ جسے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی صداقت کا آسمانی گواہ قرار دیا اور اعلان فرمایا:

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

اس نشان کو دیکھ کر اگر ایک طرف بڑی تعداد میں سعید فطرت لوگوں کو قبولِ حق کی توفیق ملی تو دوسری طرف وقت کے علماء نے طرح طرح کے اعتراض کئے۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس پر حضرت بانیٔ سلسلہ نے یہ چیلنج دیا کہ

’’اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو اُن میں سے کسی محدث کا فعل یا قول پیش تو کرو جس نے لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر کسی جلیل الشان محدّث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کرسکو تو ہم فی الفور ایک سو روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کریں گے جس جگہ چاہو امانتاً پہلے جمع کرالو‘‘۔

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 134-133)

اس میدان میں مخالفین جب لاجواب ہو گئے تو انہوں نے بعض ایسے مدعیان کے نام پیش کئے جن کے دعویٰ کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں حدیث میں بیان فرمودہ تاریخوں کے مطابق کسوف وخسوف ظہور پذیر ہوا۔ مگر محض ایسے مدعیان کے نام پیش کر دینے سے کیا بنتا ہے جب تک ان میں سے کسی ایسے مدعی کا دعویٰ اس کی اپنی کتاب سے پیش نہ کیا جائے نیز یہ ثابت نہ کیا جائے کہ اس نے کسوف وخسوف کے نشان کو اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے پیش بھی کیا تھا۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک زبردست چیلنج دیا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’کیا تم ڈرتے نہیں کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو جھٹلایا حالانکہ اس کا صدق چاشت گاہ کے آفتاب کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کیا تم اس کی نظیر پہلے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں پیش کر سکتے ہو کیا تم کسی کتاب میں پڑھتے ہو کہ کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے ہوں اور پھر اس کے زمانہ میں رمضان میں چاند اور سورج کا گرہن ہوا جیسا کہ اب تم نے دیکھا۔ پس اگر پہچانتے ہو تو بیان کرو اور تمہیں ہزار روپیہ انعام ملے گا اگر ایسا کر دکھاؤ۔ پس ثابت کرو اور یہ انعام لے لو اور میں خداتعالیٰ کو اپنے اس عہد پر گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو اور خدا سب گواہوں سے بہتر ہے۔ اور اگر تم ثابت نہ کرسکو اور ہرگز ثابت نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جو مفسدوں کے لئے طیار کی گئی ہے‘‘۔

(نورالحق حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 212)

مگر آج تک کسی مخالف کو ایسی نظیر پیش کرنے کی توفیق نہ مل سکی۔ راقم الحروف نے صداقت مسیح موعودؑ کے اس نشان پر ہونے والے اعتراضات کو مدّنظر رکھتے ہوئے خود تفصیل میں جاکر تحقیق کی جس میں نہ صرف حضورؑ کی زندگی کے بعد رمضان میں ہونے والے 109 گرہنوں کا جائزہ لیا گیا بلکہ ایسے مدعیان کی تاریخ پیدائش، عمر اور ان کی زندگی میں ہونے والے گرہنوں کا تاریخ اور دیگر کتب سے مطالعہ کیا گیا۔ مگر حدیث کے بیان اور اس کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ کے دیئے گئے چیلنج کے مقابلہ میں کوئی ثبوت نہ مل سکا اور اس طرح 1894ء کے رمضان میں ہونے والے گرہن حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

حضرت مسیح موعودؑ نے اسی کتاب نورالحق حصہ دوم کے ٹائٹل پیج پر زیرِعنوان ’’تنبیہ‘‘ تحریر فرمایا کہ نورالقرآن حصہ اوّل و دوم پادری عمادالدین، مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے انصار واعوان کی حقیقت علمیہ ظاہر کرنے کے لئے تیار ہوئی ہے اور بالمقابل کتاب لکھنے پر پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ آپؑ نے تحریر فرمایا:

’’یہ کتاب مع پہلے حصہ اس کے پادری عمادالدین اور شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنّۃ اور ان کے انصار واعوان کی حقیقت علمیہ ظاہر کرنے کے لئے تیار ہوئی ہے جس کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ انعام کا اشتہار ہے۔ اگر چاہیں تو روپیہ پہلے جمع کرالیں۔ اور اگر بالمقابل کتاب لکھنے کے لئے تیار ہوں اور انعامی روپیہ جمع کرانا چاہیں تو ایسی درخواست کی میعاد اخیر جون 1894ء تک ہے۔ بعد اس کے سمجھا جائے گا کہ بھاگ گئے اور کوئی درخواست منظور نہیں ہوگی‘‘۔

(ٹائٹل پیج۔ نورالحق حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 187)

وہ جون کا مہینہ گذر گیا مگر محمد حسین بٹالوی اور نہ ان کے رفقاء اور پادریوں میں سے کسی کو مقابلہ میں آنے کی ہمت ہوئی اور نہ ہی دوسرے انعامات کو حاصل کرنے کے لئے سامنے آنے کی جرأت۔

امریکہ کے مشہور پادری ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کے ساتھ روحانی مقابلہ اور مباہلہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس ڈاکٹر ڈوئی نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا اور بزعم خود یورپ اور امریکہ کی اقوام کی اصلاح اور انہیں سچا عیسائی بنانے کا بیڑہ اٹھایا۔ مگر یہ شخص اسلام اور نبی کریم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو جب اس شخص

کے دعاوی کا علم ہوا تو آپ نے 8 اگست 1902ء کو ایک چٹھی لکھی جس میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور سرینگر کشمیر میں ان کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے اُسے مباہلہ کا چیلنج دیا، آپؑ نے فرمایا:

''ہم ڈوئی کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے''۔

(ریویو آف ریلجنز اردو دسمبر 1902ء)

جب ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1903ء میں ایک اور چٹھی کے ذریعہ اپنے مباہلہ کے چیلنج کو پھر دُہرایا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس چیلنج کا تذکرہ امریکہ کے بہت سے اخبارات میں ہوا۔ جب پبلک نے ڈوئی کو بہت تنگ کیا اور جواب دینے پر مجبور کیا تو اس نے اپنے اخبار کے دسمبر 1903ء کے پرچے میں لکھا کہ:

''ہندوستان کا ایک بے وقوف محمدی مسیح مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو کیوں اس شخص کو جواب نہیں دیتا مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر پاؤں رکھوں گا تو ان کو کچل کر مار ڈالوں گا''۔

(بحوالہ احمدیہ پاکٹ بک۔ مطبوعہ فضل پرنٹنگ پریس قادیان صفحہ 184)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو جب ڈوئی کی اس گستاخی اور بے ادبی اور شوخی اور شرارت کی اطلاع ملی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس فیصلہ میں کامیابی کے لیے زیادہ توجہ اور الحاح سے دعائیں کرنا شروع کیں۔ آسمان پر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح و مہدی کے لیے اپنی غیرت کا اظہار کیا اور ڈوئی پر عین اس وقت فالج کا حملہ ہوا جبکہ وہ اپنے عالی شان و خوبصورت شہر صیحون میں ہزاروں کے مجمع سے مخاطب تھا۔ دوران تقریر ہی خدائے قادر قیوم نے اس کی زبان کو بند کر دیا جس سے وہ آنحضرت ﷺ کے خلاف بدزبانی کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف جس شخص کو اس نے صیحون میں اپنا نائب مقرر کیا تھا اُسی نے بعد میں اعلان کر دیا کہ ڈوئی چونکہ غرور، تعلّی، فضول خرچی اور لوگوں کے پیسوں پر تعیش کی زندگی بسر کرنے کا مجرم ہے اس لئے اب وہ ہمارے چرچ کی قیادت کرنے کا قطعاً اہل نہیں۔ بعد میں اُسے چرچ سے کلیتاً بے دخل اور علیحدہ کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی صحت دن بدن اور بھی خراب ہوتی چلی گئی۔ اُسے نہ صرف اس کے مریدوں بلکہ اس کے اہل و عیال نے بھی چھوڑ دیا۔ مصیبتوں کے اس عالم میں 9 مارچ 1907ء کو نہایت ذلت کی حالت میں وہ اس جہان سے رخصت ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صیحون پر آفت آنے اور ڈاکٹر ڈوئی کے عبرتناک انجام کی جو پیشگوئی کی تھی اس کا ایک ایک لفظ بڑی شان سے پورا ہوا جس کو متعدد امریکی اخبارات نے بڑی فراخدلی سے تسلیم کیا۔ بوسٹن ہیرلڈ نے اپنی 23 جون 1907ء کی اشاعت کا ایک پورا صفحہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت اور صیحون کی تباہی کی بابت پیشگوئی کی تفاصیل شائع کرنے کے لئے وقف کر دیا۔ مرزا صاحب کی ایک بڑی تصویر دی اور ساتھ ہی جلی حروف میں لکھا:

"Great Is Mirza Ghulam Ahmad, The Messiah"

ان چیلنجز سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مسیحیت کے فوراً بعد جب وفات مسیحؑ کا اعلان فرمایا تو مخالفت کا ایک طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا۔ بحث، مباحثے، مناظرے اور آسمانی نشان دکھانے کی باتیں شروع ہو گئیں۔ وفات و حیات مسیح کے بارہ میں مباحثوں اور مناظروں سے علمائے دین کہلانے والے مولویوں نے کوئی سبق نہ سیکھا بلکہ آپ کو سبّ و شتم اور لعن طعن کا نشانہ بنایا گیا اور آپ پر لعنت بھیجنے اور دجّال کہنے کو بڑا ثواب کا کام سمجھا جانے لگا۔ وفات و حیات مسیح پر از روئے قرآن و حدیث اپنے اپنے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کی پیشکش کا بھی جب کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کو قسم کھانے کا انعامی چیلنج دیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

''بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جلّ شانہ کی تین بار قسم کھا کر یہ کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں۔ اور میرا عقیدہ یہی ہے۔ تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بد دیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لیے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کروں گا۔ اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ کو نظر انداز کر دیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لیے بطور نشان کے ہو جائے گا۔ لہٰذا مظہر ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اسی طور سے فیصلہ کر لیجئے تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھا دیوے۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

حلفی اقرار دربارہ ادائے پچیس روپیہ فی حدیث اور فی آیت۔ بالآخر مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے آیات صریح بینہ قطعیۃ الدلالت و احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش کر دیں اور جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ

قرار دینے کے لیے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح ابن مریم کا جلسہ عام میں اپنی زبان مبارک سے بیان فرمادیں تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت و فی حدیث پچیس روپیہ ان کی نذر کروں گا۔

الناصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی

17 اکتوبر 1891ء

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 249-248)

مولوی سیّد نذیر حسین دہلوی نے نہ صرف قسم کھانے سے بلکہ بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد انہیں اور دیگر علماء کو مباحثہ اور مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ جس پر مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی تحریری مباحثہ کے لئے آئے۔ یہ مباحثہ 23 اکتوبر 1891ء کو ہوا۔ فریقین نے تین تین پرچے لکھے جو کہ "الحق مباحثہ دہلی" کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ جو شخص بھی مباحثہ دہلی کو بغور پڑھے گا اس پر صاف کھل جائے گا کہ علماء کے ہاتھ میں حیات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے کوئی قطعی دلیل، کوئی آیت اور نہ ہی کوئی صحیح حدیث ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مع جسم عنصری آسمان پر چڑھنے اور پھر کسی وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک ہزار روپے کا چیلنج دیا، فرمایا:

''وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ خیال سراسر افتراء ہے۔ حدیثوں میں اس کا نام و نشان نہیں۔ اگر کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر کسی وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر سے نازل ہوگا اور چڑھنا اور اترنا دونوں اُمر جسم عنصری کے ساتھ کسی حدیث سے ثابت ہو جائیں تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم میں ایسی صحیح حدیث پیش کرنے والے کو ہزار روپیہ انعام دوں گا''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 425 حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآنِ مجید سے مسیحؑ کی وفات پر مزید دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے لئے توفّی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ آیت 118 میں ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔

اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰ! کیا تُو نے نصاریٰ کو تثلیث کی تعلیم دی تھی؟ آپؑ نے کہا جب تک مَیں ان میں تھا مَیں اُن پر نگران رہا۔ جب تُو نے میری روح قبض کر لی، وفات دے دی تو تُو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔

یہ آیت جو کہ وفات مسیحؑ پر ایک قطعی دلیل ہے اسی کو بعض علماء نے متنازع بنا دیا اور کہا کہ اس کے معنی تو پورا پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ اس سے وہ حضرت مسیحؑ کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی طبعی وفات کے بارہ میں بعض اور آیات بھی قرآنِ مجید میں موجود ہیں جو کہ مباحثوں اور مناظروں میں زیرِ بحث رہیں اور یہ سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آتا تھا۔ میرے نزدیک درج ذیل چیلنج ان مناظروں اور مباحثوں کے لئے ایسا چیلنج بن گیا کہ آج تک نہ کسی نے اس کا جواب دیا اور نہ ہی اس کا امکان ہے۔ فرمایا:

''جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور عربی زبان جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ بھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدائے تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآنِ کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 262۔ اشتہار نمبر 66)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جلسہ سالانہ جنوری 1967ء کے موقع پر اس چیلنج کو دہراتے ہوئے فرمایا:

''آج بھی میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ مَیں ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے یا اللہ تعالیٰ مجھے ویسے ہی توفیق دے تو بغیر کوئی حصہ ملکیت فروخت کئے ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالاتِ حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ یہ آسان راہ ہے۔ صلح کی راہ ہے۔ شرافت کی راہ ہے۔ تہذیب کی راہ ہے۔ آئیں اور اس راہ سے صداقت کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں''۔ (خطابات ناصر جلسہ سالانہ جلد اوّل صفحہ 171، اختتامی خطاب 28 جنوری 1967ء)

بعدازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چوتھے جانشین حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے 1994ء میں مسلمانوں کے لیے اس چیلنج کو دُہراتے ہوئے انعامی رقم ایک کروڑ روپیہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مولوی مل کر اگر کسی طرح مسیح کو اُتار دو۔ صدی سے پہلے پہلے تو تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دوں گا۔ ... مسیح تو دور کی بات ہے اگر صدی ختم ہونے سے پہلے وہ دجّال کا گدھا ہی بنا کے دکھا دو جس کے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر ایک مولوی کو ملے گا اور یہ دعویٰ میرا آج بھی قائم ہے''۔

(الفضل انٹرنیشنل 6 دسمبر 1996ء صفحہ 10،4)

امام الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ چیلنجز آج بھی پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم ہیں اور مخالفین کو دعوت مقابلہ دے رہے ہیں۔

اسلام کا بطلِ جلیل

جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ

صادق محمد طاہر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو مختلف القاب عطا ہوئے ان میں سے ایک جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ ہے۔ یہ لقب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً عطا فرمایا اور اس کی خوش خبری اپنے پاک کلام قرآن مجید کی سورۃ المرسلات میں یوں دی۔ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ یعنی جب رسول مقرر وقت پر لائے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے:

”یہ رسول خدا ہے تمام نبیوں کے پیرایہ میں یعنی ہر ایک نبی کی ایک خاص صفت اس میں موجود ہے“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 82)

ہمارا ایمان ہے کہ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ تمام اقوام عالم کے لیے خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح آپ کی غلامی میں آنے والے آخری زمانہ کے موعود کو آنحضرت ﷺ کا پیغام تمام دنیا میں پہنچانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اور جب رسول وقت مقرر پر لائے جائیں گے یہ اشارہ درحقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے اور اِس بات کا بیان مقصود ہے کہ وہ عین وقت پر آئے گا اور یاد رہے کہ کلام اللہ میں رُسل کا لفظ واحد پر بھی اطلاق پاتا ہے اور غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے اور یہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اکثر قرآن کریم کی آیات کئی وجوہ کی جامع ہیں جیسا کہ یہ احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کے لئے ظہر بھی ہے اور بطن بھی۔ پس اگر رسول قیامت کے میدان میں بھی شہادت کے لیے جمع ہوں تو اٰمنّا و صدّقنا لیکن اس مقام میں جو آخری زمانہ کی ابتر علامات بیان فرما کر پھر اخیر پر یہ بھی فرما دیا کہ اس وقت رسول وقت مقرر پر لائے جائیں گے۔ تو قرائن بیّنہ صاف طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اُس ظلمت کے کمال کے بعد خدا تعالیٰ کسی اپنے مرسل کو بھیجے گا تا مختلف قوموں کا فیصلہ ہو“۔

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 319،320)

اسی طرح آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام آدمؑ بھی رکھا ہے۔ نوحؑ بھی رکھا ہے۔ موسیٰؑ بھی رکھا ہے۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ غرض بہت سے انبیاء کے نام ہم کو دیئے ہیں اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ جس میں یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود تمام انبیاء گزشتہ کا مظہر ہے“۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 393-392 ایڈیشن 1984ء)

اس آیت کی وضاحت سیّدنا المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر صغیر میں یوں بیان فرمائی ہے کہ ”یعنی ایک ایسا مامور کھڑا ہوگا جسے سب نبیوں کے نام دیئے جائیں گے۔ یعنی اس کے متعلق موسیٰؑ، عیسیٰؑ، کرشنؑ، رام چندرؑ اور بدھؑ سب کی پیشگوئیاں ہوں گی۔ اسی طرح بعد کے ولیوں کی جیسے امام احمد سرہندیؒ اور نعمت اللہ ولیؒ وغیرہ کی پیشگوئیاں بھی ہوں گی“۔ (تفسیر صغیر صفحہ 791)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ زیرِنظر آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں ”جب بڑی بڑی پہاڑوں جیسی قوتیں جڑوں سے اکھیڑ دی جائیں گی اور تمام رسول مبعوث کئے جائیں گے۔ اس آیت کے متعلق علماء یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ قیامت کا نظارہ ہے۔ لیکن قیامت میں تو کوئی پہاڑ اکھیڑے نہیں جائیں گے اور رسول تو اس دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن تو مبعوث نہیں کئے جائیں گے۔ پس مراد لازماً یہی ہے کہ قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی کامل غلامی اور اطاعت کے نتیجہ میں ایک ایسا نبی برپا ہوگا جس کا آنا گزشتہ سب رسولوں کا آنا ہوگا۔ یعنی اس کی سعی

سے ہر گزشتہ رسول کی امت رسول اللہ ﷺ کی اُمّت میں داخل ہو گی"۔

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔ تعارف سورۃ المرسلات صفحہ 1111)

زیرِ نظر مضمون چونکہ بہت وسیع ہے اس لیے سر دست یہاں صرف حضرت مسیحؑ، آدمؑ اور سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بروز سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں چند اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔

1890ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے الہام میں فرمایا: ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تُو آیا ہے''۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

اس خدائی راہنمائی کے مطابق آپ نے یہ اعلان فرمایا: ''مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو''۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10 حاشیہ)

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

سیّدنا حضرت مہدیٔ آخرالزماں حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کی نہایت لطیف تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صوفیوں نے اس حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کو صحیح مانا ہے اور فی الحقیقت یہ صحیح ہے اور یہودیوں پر اسی سے مار پڑتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کو ایسا شرف عطا فرمایا کہ علماء اُمّت کو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل ٹھہرایا۔ علماء کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29)

یعنی بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے وہی عالم ہیں۔ ان میں عبودیت تامہ اور خشیت اللہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اسی سے فیض پاتے ہیں اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع اور آپ سے پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ (اٰلِ عمران:32)

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس اتباع کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ پس اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جب تک انسان کامل متبع آنحضرت ﷺ کا نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے فیوض و برکات پا نہیں سکتا اور وہ معرفت اور بصیرت جو اس کی گناہ آلود زندگی اور نفسانی جذبات کی آگ کو ٹھنڈا کر دے عطا نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہیں جو علماء اُمّتی کے مفہوم کے اندر داخل ہیں"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 308-307)

گویا آپ علیہ السلام اس حدیث کے حقیقی مصداق اور فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کی واضح تصویر ہیں۔ دورِ آدم سے مماثلت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں بلکہ اکثر پہلی کتابوں میں بھی یہ نوشتہ موجود ہے کہ وہ آخری مرسل جو آدم کی صورت پر آئے گا اور مسیح کے نام سے پکارا جائے گا ضرور ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوا۔ یہ تمام نشان ایسے ہیں کہ تدبّر کرنے والے کے لیے کافی ہیں''۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 185)

نیز فرماتے ہیں: ''اسی طرح احادیث صحیحہ میں جو بعض ان کی صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ کو عصر سے تشبیہ دی ہے۔ پس اس سے ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا زمانہ قیامت کے قرب کا زمانہ ہے اور پھر دوسری حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمر دُنیا کی سات ہزار سال ہے۔ اور قرآن شریف کی اس آیت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (الحج:48) یعنی ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دن سات ہیں۔ پس اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ انسانی نسل کی عمر سات ہزار سال ہے جیسا کہ خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ سورۃ العصر کے عدد جس قدر حسابِ جمل کی رُو سے معلوم ہوتے ہیں اسی قدر زمانہ نسل انسان کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک تک بحساب قمری گذر چکا تھا کیونکہ خدا نے حساب قمری رکھا ہے اور اس حساب سے ہماری اس وقت تک نسل انسان کی عمر چھ ہزار برس تک ختم ہو چکی ہے اور اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں اور یہ ضرور تھا کہ مثیل آدم جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جو جمعہ کے دن کے قائم مقام ہے جس میں آدم پیدا ہوا۔ اور ایسا ہی خدا نے مجھے پیدا کیا۔ پس اس کے مطابق چھٹے ہزار میں میری پیدائش ہوئی۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میں معمولی دنوں کی رو سے بھی جمعہ کے دن پیدا ہوا تھا۔ اور جیسا کہ آدم نَر اور مادہ پیدا ہوئے تھے میں بھی توام کی شکل پر پیدا ہوا تھا۔ ایک میرے ساتھ لڑکی تھی جو پہلے پیدا ہوئی اور بعد میں اس کے مَیں پیدا ہوا"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 458-457)

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عُمر دنیا سے بھی اب ہے آ گیا ہفتم ہزار

اسی تسلسل میں مخالفین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت ﷺ ہو گا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہو گا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہو گا اور اس کے اہلِ بیت میں سے ہو گا اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہو گا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رُو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہو گا اور اسی کی روح کا روپ ہو گا اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے تعلق بیان کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا اور بروز کے لئے

یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو"۔
(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 213-212)

بروز اور فنافی الرسول ہونے کا مضمون بیان کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

اسی طرح آیت اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَر میں بروزی وجود کا ایک وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا۔ اور بروزی اولاد کی پیشگوئی کی گئی۔ اور گو خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ مَیں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی، اور دونوں خُونوں سے حصّہ رکھتا ہوں۔ لیکن مَیں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔

اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ مَیں اُس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول۔ ہاں مَیں اس طور سے نبی اور رسُول ہوں جس طور سے ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (ایک غلطی کا ازالہ۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 216)

پس جیسا کہ قرآن کریم سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام نے ایک ہی مشترکہ دعوت لوگوں کو دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے اپنے زمانہ میں پائی جانے والی خرابیوں اور برائیوں کو ترک کرنے کی نصیحت کی۔ اسی طرح اس آخری زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تعلیمات لوگوں نے نہ صرف بھلا دیں بلکہ برائیوں میں بڑھتے چلے گئے۔ اس صورتِ حال میں واقعتاً ایک بطل جلیل اور جری اللہ کی شدید ضرورت تھی جو اپنے پیارے آقا سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوتِ قدسی کا وافر حصہ پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوق العادت طاقت دیا گیا ہو اور ان تمام برائیوں کو چاروں شانے چت کردے۔ پس آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے پیارے حبیب کی غلامی میں یہ جری اللہ دجالی طاقتوں سے نبرد آزما ہے اور وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ کی بشارت کے تحت اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جو اسی کے خلیفہ کی اقتداء میں چہار دانگ عالم میں توحید الٰہی اور رسالتِ محمدی کا پرچار کر کے دنیا کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ۔

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو! تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے اس بطلِ جلیل کا مقام و مرتبہ سمجھنے اور اپنی زندگیوں کو اس کی خلافت کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے اخلاص و وفا سے گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

گیا اسلام سے وقتِ خزاں ہے

ظہورِ مہدیٔ آخر زماں ہے — سنبھل جاؤ کہ وقتِ امتحاں ہے
محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے — یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
گیا اسلام سے وقتِ خزاں ہے — ہوئی پیدا بہارِ جاوِداں ہے
اگر پوچھے کوئی عیسیٰؑ کہاں ہے — تو کہہ دو اس کا مسکن قادیاں ہے
ہر اک دشمن بھی اب رَطبُ اللّساں ہے — مرے احمد کی وہ شیریں زباں ہے
مقدر اپنے حق میں عزّ و شاں ہے — جو ذلت ہے نصیبِ دشمناں ہے
مسیحائے زماں کا یاں مکاں ہے — زمینِ قادیان دارالاماں ہے
فدا تجھ پہ مسیحا میری جاں ہے — کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
مسیحا سے کوئی کہہ دو یہ جا کر — مریضِ عشق تیرا نیم جاں ہے
نہ پھولو دوستو دنیائے دُوں پر — کہ اس کی دوستی میں بھی زیاں ہے
دو رنگی سے ہمیں ہے سخت نفرت — جو دل میں ہے جبیں سے بھی عیاں ہے
ترے اس حال بد کو دیکھ کر قوم — جگر ٹکڑے ہے اور دل خوں فشاں ہے
جسے کہتی ہے دنیا سنگِ پارس — مسیحا کا وہ سنگ آستاں ہے
دیا ہے رہنما بڑھ کر خضرؑ سے — خدا بھی ہم پہ کیسا مہرباں ہے
فلک سے تا منارہ آئیں عیسیٰؑ — مگر آگے تلاشِ نَردباں ہے
ترقی احمدی فرقہ کی دیکھے — بٹالہ میں جو اک پیرِ مُغاں ہے
نہ یوں حملہ کریں اسلام پر لوگ — ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے
مخالف اپنے ہیں گو زور پر آج — مگر ان سے قوی تر پاسباں ہے
مَرا ڈوئی دَمِ معجز نُما سے — یہ عیسیٰؑ کی صداقت کا نشاں ہے
مسلمانوں کی بدحالی کے غم میں — دھرا سینہ پر اک سنگِ گراں ہے
پریشاں کیوں نہ ہوں دشمن، مسیحا! — ظفر کی تیرے ہاتھوں میں عِناں ہے
نہیں دنیا میں جس کا جوڑ کوئی — ہمارا پیشوا وہ پہلواں ہے
کرے قرآن پر چشمک حسد سے — کہاں دشمن میں یہ تاب و تواں ہے
نہیں دنیا کی خواہش ہم کو ہرگز — فدا دیں پر ہی اپنا مال و جاں ہے
نہیں اسلام کو کچھ خوف محمودؔ — کہ اس گلشن کا احمدؐ باغباں ہے

(کلامِ محمودؔ)

رنگم چو گندم است

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مضمون ''شمائل حضرت مسیح موعودؑ'' میں سے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ کے بارہ میں ایک اقتباس

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن ست
زِ انساں کہ آمد است در اخبار سرورم

آپؐ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سُرخی جھلک مارتی تھی۔ اور یہ چمک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی۔ کبھی کسی صدمہ، رنج، ابتلا، مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا۔ علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل میں اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ نیک ظاہر کسی بدباطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا۔ اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہوسکتا۔ آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اُداسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوامت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہوا اور جماعت کے سربر آوردوں کو مسجد میں بلاتا ہے مسکراتا ہوا۔ ادھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں۔ ادھر وہ کہہ رہا ہے کہ لو پیش گوئی پوری ہوگئی۔ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَ غَمِّہٖ۔ مجھے الہام ہوا اس نے حق کی طرف رجوع کیا حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اس کی بات مانی نہ مانی اس نے اپنی منادی اور سننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ کر یقین کیا کہ یہ سچا ہے۔ ہم کو غم کھا رہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے۔ اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آتھم کے معاملہ کا فیصلہ اسی کے اپنے ہاتھ میں دے دیا۔ اور پھر اس نے آتھم کا رجوع اور بے قراری دیکھ کر خود اپنی طرف سے مہلت دے دی اور اب اس طرح خوش ہے جس طرح ایک دشمن کو مغلوب کر کے ایک پہلوان پھر محض اپنی دریادلی سے خود ہی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مَرے کو مارنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔

لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ مخبروں نے فوراً اتہام لگانے شروع کر دیئے۔ پولیس میں تلاشی کی درخواست کی گئی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس یکا یک تلاشی کے لیے آموجود ہوئے۔ لوگ الگ کر دیئے گئے اندر کے باہر، باہر کے اندر نہیں جا سکتے۔ مخالفین کا یہ زور کہ ایک حرف بھی تحریر کا مشتبہ نکلے تو پکڑ لیں مگر آپ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے اور خود پولیس افسروں کو لے جا لے جا کر اپنے بستے اور کتابیں تحریریں اور خطوط اور کوٹھریاں اور مکان دکھا رہے ہیں۔ کچھ خطوط اُنہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لیے ہیں۔ مگر یہاں وہی چہرہ ہے اور وہی مسکراہٹ۔ گویا نہ صرف بے گناہی بلکہ ایک فتح مبین اور اتمام حجّت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے باہر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے چہروں کو دیکھو وہ ہر ایک کنسٹبل کو باہر نکلتے اور اندر جاتے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ فق ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے خود افسروں کو بلا بلا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھلا رہا ہے اور اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیش گوئی کی پورے طور پر کھلے گی اور میرا دامن ہر طرح کی آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہو گا۔

غرض یہی حالت تمام مقدمات، ابتلاؤں، مصائب اور مباحثات میں رہی اور یہ وہ اطمینانِ قلب کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ تھا جسے دیکھ کر بہت سی سعید روحیں ایمان لے آئی تھیں۔

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ جلد اوّل صفحہ 525-527)

سیّد افتخار احمد

لِیا ظلم کا عَفو سے انتقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مخالفین سے حسن سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً للعَالَمِينَ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی رحمت و شفقت کے نظارے ساری دنیا نے خود ملاحظہ کئے۔ اہل طائف کے مظالم ہوں یا اہل مکہ کے، ابوسفیان کی دشمنی ہو یا ھند بنت عتبہ کی شقاوت قلبی، ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دشمن کو بدلہ لینے کی بجائے کمال رحمت کا سلوک کرتے ہوئے معاف فرما دیا۔

لِیا ظلم کا عَفو سے انتقام
علیك الصلٰوۃ علیك السلام

اسی طرح آپ کے بروز کامل حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی رحمت وشفقت کی تعلیم بذریعہ الہام دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَ تَرَحَّمْ عَلَيْهِمْ یعنی تو لوگوں کے ساتھ رحم اور لطف کے ساتھ پیش آ۔ نیز فرمایا يَا اَحْمَد فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی ہے۔ ان رحمت کے نظاروں کی ایک جھلک حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ کی قلم سے درج ذیل ہے۔

شوکت میرٹھی کے متعلق

میرٹھ سے احمد حسین شوکت نے ایک اخبار شحنہ ہند جاری کیا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مجدّد السنہ مشرقیہ کہا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ایک ضمیمہ جاری کیا۔ جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا۔ اور اس طرح پر جماعت کی دل آزاری کرتا۔ میرٹھ کی جماعت کو خصوصیت سے تکلیف ہوتی کیونکہ وہاں ہی سے وہ گندہ پرچہ نکلتا تھا۔ 2 ؍اکتوبر 1902ء کا واقعہ ہے کہ میرٹھ کی جماعت کے پریذیڈنٹ جناب شیخ عبدالرشید صاحب جو ایک معزز زمیندار اور تاجر ہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضمیمہ شحنہ ہند کے توہین آمیز مضامین پر عدالت میں نالش کر دوں۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا:

''ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں''۔

جو لوگ اس گندہ لٹریچر سے واقف نہیں وہ اس فیصلہ کی اہمیت سمجھ نہیں سکتے۔ مگر جنہوں نے اس کو دیکھا ہے وہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس شخص سے عدالت کے ذریعہ انتقام لیا جاتا تو عقلاً، عرفاً، اخلاقاً جائز ہوتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز پسند نہ فرمایا۔

یہ پہلا ہی موقع نہ تھا کہ حضرت اقدس نے اپنے دشمن کو اس طرح پر معاف کر دیا بلکہ اسی قسم کا ایک واقعہ اس سے پہلے بھی گزرا۔

میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جو امرتسر کے میڈیکل مشن کے مشنری تھے اور مباحثہ آتھم میں عیسائیوں کی جانب سے پریذیڈنٹ تھے ایک دن خود بھی مناظر رہے۔ انہوں نے 1897ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک مقدمہ اقدام قتل کا دائر کیا۔ یہ مقدمہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا اور بالآخر محض جھوٹا اور بناوٹی پایا گیا اور حضرت اقدس عزت کے ساتھ اس مقدمہ میں بری ہوئے۔ مَیں جو اس مقدمہ کو شائع کرنے والا ہوں اور ایک عینی شاہد ہوں اس وقت عدالت میں موجود تھا جب کپتان ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے کہا کہ

’’کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر مقدمہ چلائیں اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کو حق ہے‘‘۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ’’مَیں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے‘‘۔

اس موقع پر اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا جس پر قتل کے اقدام کا مقدّمہ ہو وہ اپنے دشمن سے ہرممکن انتقام لینے کی کوشش کرتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کو معاف کرو کی تعلیم پر صحیح عمل کر کے دکھایا۔ ایک وقت تھا کہ مارٹن کلارک نے مباحثہ امرتسر میں حضرت اقدس کو اور آپ کی جماعت موجودہ کو چائے کی دعوت دی مگر آپ نے غیرت اسلامی کی بناء پر اس دعوت کو مسترد کیا کہ یہ شخص نبی کریم ﷺ کو تو گالیاں دیتا ہے اور آپ کی تکذیب پر زور دیتا اور مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لئے پورا زور لگاتا ہے اور مجھے دعوت دیتا ہے۔ میری غیرت اس کو قبول نہیں کرسکتی کہ میں آنحضرت ﷺ کے دشمن کے ہاں چائے پیئوں۔ اس حیثیت کا دشمن ہو اور پھر ذاتی طور پر اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو خطرناک سازش کا نشانہ بنانا چاہا ہو۔ اس میں وہ بری ہو کر اپنے اور نبی کریمؐ کے دشمن سے جائز طور پر انتقام لے سکتے تھے مگر آپ نے ایک منٹ کے لئے بھی اس کو گوارا نہ فرمایا اور کوئی مقدمہ کرنا نہ چاہا۔ یہ عفو اور درگزر اگر ایسی حالت میں ہوتا کہ آپ کو قدرت نہ ہوتی تو اس کی کچھ قدر و قیمت نہ ہوتی لیکن یہ ایسے موقع پر آپ نے دکھایا کہ آپ کو حق تھا اور قانونی طور پر آپ سزا دلا سکتے تھے مگر آپ نے پسند نہ فرمایا اور معاف کر دیا۔...

مولوی محمد حسین بٹالوی پر احسان

اِسی مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں مولوی محمد حسین بٹالوی ایک گواہ کی حیثیت سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف پیش ہوئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ابتداء میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو لکھا اور حضرت کا اکرام واحترام بہت کرتے تھے۔ مگر بعد میں کسی مخفی شامتِ اعمال کی وجہ سے وہ مخالف ہوئے اور خطرناک مخالفت کا رنگ انہوں نے اختیار کیا۔ یہ مقام ان کی مخالفت کی نوعیت اور اس بارہ میں اس کی تفاصیل اور تذکرہ کا نہیں۔ وہ اتنا تلخ دشمن تھا کہ کفر وقتل کے فتوے اسی نے شائع کرائے اور بالآخر وہ اس مقدمہ اقدامِ قتل میں عیسائیوں کا گواہ ہو کر آیا۔ اور وہ یہ ثابت کرنے کے لئے آیا تھا کہ فی الحقیقت جو الزام لگایا گیا ہے وہ گویا (نعوذ باللہ) درست ہے۔ عدالت میں اس کے ساتھ کیا گزرا اور اس کی کس طرح پر کرکری ہوئی میں اسے بھی چھوڑ دیتا ہوں کہ یہ حصہ مخصوص ہے اس کی سیرت وسوانح کے اس باب سے جو آپ کے دشمنوں کے انجام کے متعلق ہے۔

غرض اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب کی یہ پوزیشن تھی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف گواہ تھا روزانہ عدالتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک فریق اپنے مخالف گواہوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ ان کی عزت و وقار پر واقعات حقہ سے قطع نظر ایسے حملے ہوتے ہیں کہ وہ عاجز ہو جاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب جب حضرت کے خلاف دل کھول کر گواہی دے چکے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُن پر جرح کا موقع دیا گیا۔ حضرت کی طرف سے مولوی فضل الدین پلیڈر لاہور وکیل تھے جو اس سلسلہ میں داخل نہیں ہیں انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب پر کچھ ایسے سوالات کرنے چاہے جو ان کی عزت وآبرو کو خاک میں ملا دیتے۔ اُس نے حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں مگر حضرت صاحب نے ان کو روک دیا اور باصرار اور بزور روکا۔ مولوی فضل الدین صاحب اپنے فرض منصبی کو دیانت داری سے ادا کرنے کے لئے اور اپنے موکل کی صفائی اور بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ایسے تلخ دشمن اور معاند گواہ کو اصلی صورت میں دکھا دینا چاہتے تھے اور اگر وہ سوالات ہو جاتے تو خدا جانے مولوی محمد حسین صاحب اس مقام پر کھڑے رہ سکتے یا گر جاتے۔ مگر حضرت نے قطعاً اجازت نہ دی بلکہ ایک بار ان کو کسی قدر سختی سے روک دیا کہ میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس کے اپنے اختیار سے باہر ہے اور میں اس کی عزت کو برباد نہیں کرنا چاہتا۔ آخر مولوی فضل الدین صاحب بھی رُک گئے۔

مولوی فضل الدین صاحب احمدی نہیں مگر اس بلند ہمتی نے انہیں ہمیشہ آپ کا مداح رکھا ہے۔ خیال کرو کہ مولوی محمد حسین تو جان تک کا دشمن ہے اور آپ کو ایک قاتل ثابت کرنا چاہتا ہے اور آپ کی یہ شان رحم ودرگزر ہے کہ ایک امر واقعہ کے متعلق اپنے وکیل کو اجازت نہیں دیتے کہ اس سے پوچھا جائے محض اس لئے کہ وہ ذلیل نہ کیا جاوے۔

اپنے عم زاد بھائیوں کو معاف کر دیا

حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو حضرت صاحب اور سلسلہ کے ساتھ عداوت اور عناد تھا۔ اور وہ کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اٹھا نہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جو بازار اور مسجد مبارک کا تھا ایک دیوار کے ذریعہ بند کر دیا۔ دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے بن رہی تھی اور ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ ہم کچھ نہ کر سکتے تھے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم تھی کہ شر کا مقابلہ شر سے نہ کرو۔ ورنہ اگرچہ جماعت اس وقت بہت ہی قلیل تھی اور قادیان میں بہت ہی تھوڑے آدمی تھے لیکن اگر اجازت ہوتی تو وہ دیوار ہرگز نہ بن سکتی۔ چنانچہ ایک دوسرے موقعہ پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے حضرت کی ذاتی زمین پر ایک مکان بنانے کا ارادہ کیا گیا اور فریق مخالف نے روکنے کا ارادہ کیا تھا تو ایک ہی دن میں وہ پورا مکان بن گیا تھا۔

وہ ایام عجیب ایام تھے۔ ابتلاؤں پر ابتلا آتے تھے اور جماعت ان ابتلاؤں کے اندر ایک لذیذ ایمان کے ساتھ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتی تھی۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی اور اس طرح ہم سب کے سب پانچ وقت کی نمازوں کے لئے مسجد مبارک میں جانے سے روک دیئے گئے۔ اور مسجد مبارک کے لئے حضرت صاحب کے مکانات کا ایک چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ یعنی اس کوچہ میں سے گزرنا پڑتا تھا جو حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے مکان کے آگے سے جاتا ہے اور پھر منوّر بلڈنگ کے پاس سے بازار کی طرف کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کی طرف کو چلا جاتا ہے۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے۔ بعض نابینا تھے اور بارشوں کے دن تھے۔ راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا اور بعض بھائی اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور نماز کے لئے جاتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ اور ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لَت پَت ہو جاتے تھے۔ ان تکلیفوں کا تصوّر بھی آج مشکل ہے جبکہ احمدیہ چوک میں پکے فرش پر سے احباب گزرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے خدام کی ان تکالیف کو دیکھ کر بہت تکلیف محسوس کرتے تھے۔ مگر کچھ چارہ سوائے اس کے نہ تھا کہ حضرت رَبُّ الْعِزَّت کے سامنے گڑگڑائیں۔

غرض وہ دیوار ہوگئی۔ راستہ بند ہوگیا۔ اور پانی تک بند کر دیا گیا۔ آخر مجبوراً عدالت میں جانا پڑا اور عدالت کے فیصلہ کے موافق خود دیوار بنانے والوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دیوار ڈھانی پڑی جو بجائے خود ایک نشان تھا اور اس کی تفصیل انہیں دنوں میں الحکم میں چھپ چکی ہے۔

(الحکم 24/اگست 1901ء)

عدالت نے نہ صرف دیوار گرانے کا حکم دیا بلکہ ہرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر کردی۔

ناظرین خیال کریں گے کہ جس فریق نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو اس قدر تکلیف دی ہو کہ ان کی آمد و رفت کا راستہ محض ایذا دہی کے لئے بند کر دیا ہو اور پانی بند کر کے کربلا کا نمونہ دکھایا ہو کیا وہ فریق اس قابل تھا کہ اس کے ساتھ کوئی سلوک کیا جاتا؟ اس جرم کی پاداش میں جو سلوک بھی ان سے کیا جاتا وہ عقل اور انصاف و اخلاق کے معیار پر بالکل جائز اور درست ہوتا مگر اخلاق اور اعلیٰ اخلاق کے معلّم کی زندگی کے آئینہ میں دیکھو کہ وہ ان دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

حضرت اقدس نے کبھی اس خرچہ اور ہرجہ کی ڈگری کا اجرا پسند نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کی میعاد گزرنے کو آگئی۔ جب گورداسپور میں مقدمات کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا تو خواجہ کمال الدین صاحب نے محض اس خیال سے کہ اس کی میعاد نہ گزر جائے اس کے اجرا کی کارروائی کی۔ اور اس میں حسب ضابطہ نوٹس مرزا نظام الدین صاحب کے نام جاری ہوا کہ اس وقت فریق ثانی میں سے وہی زندہ تھے۔ مرزا امام الدین فوت ہوچکے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ مرزا نظام الدین صاحب کو جب نوٹس ملا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا۔ میں اس وقت قادیان میں موجود تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب نے مجھ کو وہ خط سنایا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ دیوار کے مقدمہ کے خرچہ وغیرہ کی ڈگری کے اجرا کا نوٹس میرے نام آیا ہے اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کو بھی حق ہے کہ آپ ہرطرح وصول کریں۔ مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہنچتی رہی ہے۔ مگر یہ بھائی صاحب کی وجہ سے ہوتا تھا۔ مجھ کو بھی شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کر کے معاف فرمادیں تو آپ اس قابل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ اُس خط کا مفہوم تھا اور یہ بھی چاہا گیا تھا کہ اگر معاف نہ کریں تو باقساط وصول کرلیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت گورداسپور میں مقیم تھے اور یہ بھی بارشوں کے ایام تھے۔ حضرت اقدسؑ کے پاس جس وقت خط پہنچا آپ نے سخت رنج کا اظہار کیا کہ کیوں اجرا کرائی گئی ہے۔ مجھ سے کیوں دریافت نہیں کیا گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب نے عذر کیا کہ "محض میعاد کو محفوظ کرنے کے لئے ایسا کیا گیا وَ اِلّا اجرا مقصود نہ تھا"۔

حضرت اقدسؑ نے اس عذر کو بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ "آئندہ کبھی اس ڈگری کو اجرا نہ کرایا جاوے۔ ہم کو دنیاداروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دینے کے لئے یہ کام کیا تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا"۔

اور اُسی وقت ایک مکتوب مرزا نظام الدین صاحب کے نام لکھا اور مولوی یار محمد صاحب کو دیا کہ وہ جہاں ہوں ان کو جاکر فوراً پہنچائیں۔ چنانچہ مولوی یار محمد صاحب اسے لے کر قادیان پہنچے اور قادیان میں انہیں نہ پاکر اور یہ معلوم کر کے کہ مرزا نظام الدین صاحب موضع مسانیاں گئے ہوئے ہیں، مسانیاں پہنچے۔ اور وہاں جاکر وہ خط ان کو دیا گیا جس میں نہایت ہمدردی کا اظہار تھا اور ان کو اس ڈگری کے کبھی اجرا نہ کرنے کے متعلق یقین دلایا گیا تھا اور سب کچھ معاف کر دیا تھا۔

مرزا نظام الدین صاحب پر اس خط کا جو اثر ہوا وہ ان کی زندگی کے باقی ایام سے ظاہر ہوتا تھا کہ انہوں نے عملاً مخالفت کو ترک کر دیا تھا۔

مَیں نے نہایت سادہ الفاظ میں واقعات کو لکھ دیا ہے اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عفو و درگزر کی جو نمایاں مثال نظر آتی ہے مجھ کو ضرورت نہیں کہ اسے رنگ آمیزی سے پیش کروں۔

یہ ہے عفو و درگذر کا نمونہ اور دشمنوں کو معاف کرنے کی تعلیم کا عملی سبق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دیا۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 108 تا 119)

کیا خوب فرمایا ہے ۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

آپ نے نہ صرف خود اس رحمت کے نظارے دنیا کو دکھائے بلکہ اپنے ماننے والوں کو بھی یہی تعلیم دی۔

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ جرمنی

جامعہ احمدیہ جرمنی میں نئی کلاس کا آغاز ان شاءاللہ ماہ ستمبر 2024ء سے ہو رہا ہے۔ تمام امیدوار جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں ان سے درخواست ہے کہ جامعہ احمدیہ جرمنی واقع Riedstadt کے دفتر سے داخلہ فارم حاصل کر کے اپنی درخواست صدر جماعت و لوکل امیر کی تصدیق کے ساتھ 30 مئی 2024ء تک جامعہ کے پتہ پر بھجوادیں۔ تحریری ٹیسٹ جامعہ احمدیہ میں ہوگا جو زیادہ تر نصاب وقفِ نَو اور عام دینی معلومات میں سے ہوگا تاہم اس کے علاوہ بھی سوالات پوچھے جاسکتے ہیں تحریری ٹیسٹ کے علاوہ زبانی انٹرویو ہوگا۔ انٹرویو کے بعد کامیاب قرار پانے والے طلباء ہی داخلہ کے اہل سمجھے جائیں گے۔ داخلہ کے لئے اُمیدوار کا درج ذیل شرائط کا پورا کرنا لازمی ہوگا۔

1۔ امیدوار کم از کم دس جماعتیں (Realschulabschluss) پاس کر چکا ہو تاہم Abitur کرنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔

2۔ امیدوار کی عمر زیادہ سے زیادہ 18 سال ہو البتہ Abitur ہونے کی صورت میں عمر میں اسی لحاظ سے رعایت ہوگی۔ لیکن امیدوار کی عمر کسی صورت میں بھی 20 سال سے زائد نہ ہو۔

3۔ امیدوار کو قرآن کریم صحتِ تلفّظ کے ساتھ پڑھنا آتا ہو اور اگر کچھ حصہ کا ترجمہ بھی آتا ہو تو اُسے اضافی اہلیت کا حق دار سمجھا جائے گا۔

4۔ اُمیدوار نے وقف نو کا مکمل نصاب پڑھا ہو نیز اسلام اور احمدیت کے متعلق بنیادی معلومات رکھتا ہو، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف اور مطالعہ رکھتا ہو۔

5۔ جرمنی سے باہر کے ممالک کے طلباء کی تعلیمی قابلیت کا فیصلہ ملک کی تعلیمی صورت حال کے لحاظ سے انٹرویو بورڈ کرے گا۔

6۔ بیرون از جرمنی سے صرف وہی طلبہ درخواست دیں جنہیں جرمنی میں رہنے کے لئے قانونی طور پر اجازت ہو اور جامعہ احمدیہ میں داخلے اور ہوسٹل میں رہائش کے سلسلے میں ملکی قانون کے مطابق کوئی روک نہ ہو۔

7۔ کسی دوسرے ملک سے جرمنی آکر آباد ہونے والے طلباء جو عرصہ پانچ سال یا اس سے کم عرصہ سے جرمنی میں مقیم ہیں ایسے طلباء کے لئے استثنائی طور پر بعض رعایتیں ہوسکتی ہیں لیکن اس کا فیصلہ انٹرویو بورڈ کرے گا۔

8۔ اُمیدوار کا جسمانی اور ذہنی طور پر تندرست ہونا ضروری ہے۔ درخواست کے ہمراہ اپنے تعلیمی سرٹیفکیٹ کی نقول اور اپنے ڈاکٹر سے فٹنس سرٹیفکیٹ بنوا کر ارسال کریں۔

9۔ داخلہ کی سفارش ٹیسٹ اور انٹرویو کو ملا کر رزلٹ کی بنیاد پر کی جائے گی۔

10۔ اُمیدواران سے درخواست ہے کہ ابھی سے اپنا وقت قرآن کریم کا تلفظ، ترجمہ سیکھنے اور کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ میں گزاریں۔ وقفِ نو کے نصاب کو دہراتے رہیں۔ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں اور دُعائیں کرتے رہیں۔

11۔ داخلہ فارم کے ہمراہ دو عدد فوٹو، تعلیمی اسناد کی نقول، ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ اور ویزہ کی کاپی ارسال کریں۔

یہ فارم جامعہ کی ویب سائٹ jamia.de سے بھی ڈاؤن لوڈ کئے جاسکتے ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

Am alten Grenzstein 4-6
64560 Riedstadt-Goddelau

Tel: +49 (0) 6158 87837-0
Fax: +49 (0) 6158 87837-37

ابیاتِ شہیدِ مرحوم رضی اللہ عنہ

مکرم مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح
استاد جامعہ احمدیہ۔ یوکے

اس بات کو اب عرصہ دس پندرہ سال کا گزر چکا ہے۔ ہمارے خاندانی پرانے کاغذات میں سے ہمارے نانا حضرت مولوی غلام محمد صاحب افغان رضی اللہ عنہ کی ایک ڈائری نما نوٹ بک خاکسار دیکھ رہا تھا جس میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دو شعر نظر پڑے جس پر عنوان انہی کے ہاتھ سے ''ابیاتِ جناب شہید مرحوم رضی اللہ عنہ'' لکھا ہوا تھا۔ جس سے معلوم یہی ہو رہا تھا کہ یہ اشعار حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے ارشاد فرمودہ ہیں۔

قبل ازیں اس نوٹ بک پر متعدد بار نظر پڑ چکی تھی مگر اب کی بار مجھے خیال آیا کہ اغلباً یہ ابیات کسی جماعتی آرگن میں یا کسی قسم کے جماعتی لٹریچر میں کبھی نظر سے نہیں گزرے اس لئے بہت ممکن ہے کہ یہ اس نوٹ بک کے علاوہ کہیں اور محفوظ نہ ہوں۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی خاکسار نے یہ ابیات نقل کر کے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں ارسال کر دیئے اور حضور نے ملاحظہ فرما کر کمال شفقت سے انہیں فریم کرانے کا ارشاد فرمایا اور پھر بیت الفتوح کی آفتاب خان لائبریری کے میوزیم والے حصہ میں رکھوا دیا۔ جہاں کافی سال یہ ابیات Display ہوتے رہے۔ یہ اشعار یوں ہیں:

گر نبودے ز توآن حرفِ وفائے ازلی

اگر تیری طرف سے اس ازلی وفا کی بات نہ ہوتی۔

کی بُرم بُوی زخاکِ وطنِ لم یزلی

میں اس وطن لم یزل کی خاک کی خوشبو کیسے محسوس کرتا۔

کی خبرے از عالمِ اوجِ کبریا کردی

معرفت کے بلند و بالا عالم کا راز جو شبنم کے موتی۔

اشکِ شبنم ہوسِ برگ آثار طللی

درخت کے پتوں کی آہٹ اور سرائے ویران کی قدیم بنیادوں نے بتایا، کون بتاتا۔

محترم حضرت مولوی غلام محمد صاحب افغان رضی اللہ عنہ کی وفات قادیان میں 28 جولائی 1932ء کو ہوئی تھی۔ آپ کا مزار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی چار دیواری سے ملحقہ قطعہ میں واقع ہے۔ آپ حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں شامل تھے اور ہماری والدہ مرحومہ کے بیان کے مطابق حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ نے جتنے بھی وفود تحقیق اور بیعت کی غرض سے قادیان بھجوائے تھے ان سب میں آپ شامل تھے گوکہ کم عمری کے سبب سے آپ کا نام کبھی کسی بھی جگہ درج نہیں ہوا۔ اور پھر جب حضرت صاحبزادہ صاحب خود بھی قادیان تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ ہمراہیوں میں شامل تھے۔ مذکورہ نوٹ بک میں ایک جگہ تاریخ 1919ء بھی لکھی نظر آتی ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ آپ نے 1919 میں یہ ترتیب دینی شروع کی ہو گو کہ بعید نہیں کہ یہ اس سے پہلے بھی آپ کے پاس چلی آ رہی ہو۔ بہرحال آج اس پر کم از کم ایک سو پانچ سال تو گزر چکے ہیں اللہ تعالیٰ جزا دے ہمارے والدین کو جنہوں نے اس امانت کو محفوظ رکھا اور ہمیں آج یہ دیکھنی نصیب ہوئی۔

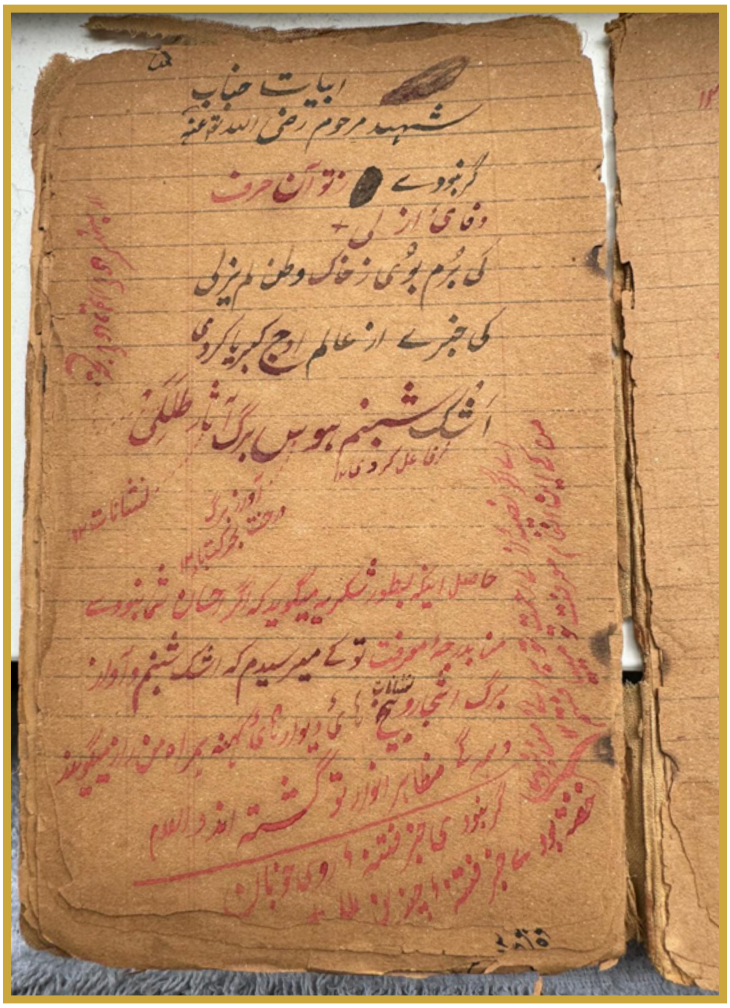
ابیات جناب
شہید مرحوم رضی اللہ عنہ

حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ کے ان ابیات کے علاوہ حضرت مولوی صاحب یعنی ہمارے نانا صاحب نے

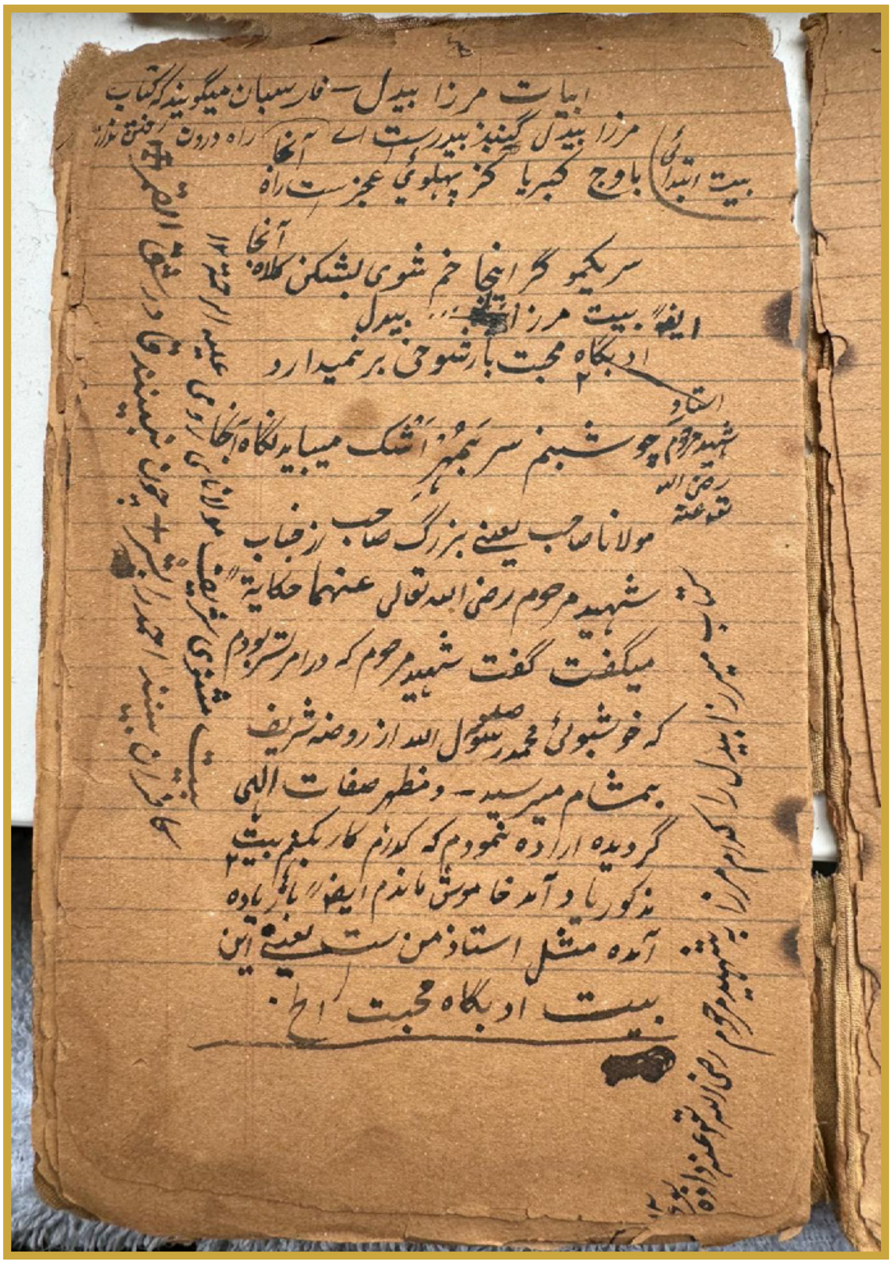

ابیات مرزا بیدل — فارسیان میگویند کہ کتاب
مرزا بیدل گنبذ بیدر ست اے
بیت ابتدائی باوجِ کبریا کز پہلوئی عجز ست راہ آنجا
سر یکمو گر اینجا خم شوی بشکن کلاہ آنجا
ایضاً بیت مرزا بیدل
ادبگاہ محبت بار شوخی بر نمیدارد
استاد شہید مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
چو شبنم سر بمہر اشک میباید نگاہ آنجا
مولانا صاحب یعنی بزرگ صاحب زخباب
شہید مرحوم رضی اللہ تعالی عنہما حکایۃ
میگفت گفت شہید مرحوم کہ در امر تربودم
کہ خوشبوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از روضہ شریف
بمشام میرسید — و منظہر صفات الٰہی
گردیدہ ارادہ نمودم کہ کردنم کار بکنم بیت
مذکورہ یاد آمد خاموش ماندم ایضاً بیاد
آمدہ مثل استاذ من ست یعنی این
بیت ادبگاہ محبت الخ

اس میں فارسی کے مشہور و معروف شاعر مرزا عبدالقادر بیدل کے بھی دو ابیات درج کئے ہوئے ہیں اور وہ یوں ہیں:

باوجِ کبریا کز پہلوئے عجز است راہ آنجا
معرفت کی بلندی جس کے پانے کی راہ عجز ہے۔
سرِیکمو گر اینجا خم شوی بشکن کلاہ آنجا
اگر تُو بال برابر بھی اس جگہ عجز دکھائے تو تیرا غرور ٹوٹ جائے۔
ادب گاہِ محبت بار شوخی بر نمیدارد
وہ محبّت میں گندگی[1] کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔
چوشبنم سربمہر اشک میباید نگاہ آنجا
اس جگہ شبنم کے پاک صاف موتی کی طرح نگاہ ہونی چاہیے۔

1- شاید مراد ریاکاری

فارسی زبان میں چونکہ خاکسار کو زیادہ درک نہیں اس لئے ان تمام ابیات پر زیادہ عمیق نظر ڈالنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ مرزا بیدل اور ان کی شاعری پر ایک کتاب نظر سے گذری جس میں مرزا بیدل کے کافی تفصیلی سوانح نیز ان کی شاعری اور بیدل شناسی کے تعلق میں کچھ مقالے نظر پڑے اور اس سے معلوم ہوا کہ مرزا بیدل مرزا غالب کی طرح ایک بہت بلند مقام رکھنے والے فارسی کے شاعر گذرے ہیں بلکہ بعض تو مرزا بیدل کو مرزا غالب سے بھی بہت زیادہ بلند مقام دیتے ہیں۔ بعض مرزا بیدل کو فارسی کا مرزا غالب اور بعض مرزا غالب کو اردو کا مرزا بیدل سمجھتے ہیں گو کہ دونوں میں کافی سالوں کا فاصلہ ہے۔ بہر حال مذکورہ نوٹ بک سے یہ بھی مترشح ہوا کہ حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ مرزا بیدل کے قدردان تھے اور آپ کے مذکورہ ابیات میں مرزا بیدل کے ابیات کی طرف اشارہ جھلک رہا ہے۔ تاہم حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ کو جو عالم کبریا کی معرفت حاصل ہوئی وہاں تک مرزا بیدل کی رسائی ممکن نہ تھی۔ پس اس خیال سے کہ ان ابیات کا صحیح مفہوم کسی طرح معلوم کیا جاسکے ہمارے یہاں جامعہ کے استادِ فارسی بزرگوارم سیّد عاشق حسین صاحب سے رجوع کیا گیا اسی طرح ہمارے فارسی کے نئے استاد مکرم ڈاکٹر کاشف علی صاحب سے بھی استفادہ کیا گیا اور ان تمام اشعار کے معنے دریافت کئے۔ مضمون سب میں تصوف کا ہی بیان ہوا ہے۔ مرزا بیدل کے جو اشعار یہاں درج ہیں ان کی قرأت قدرے مختلف ہے مکرم ڈاکٹر کاشف علی صاحب کے مطابق یہ اشعار یوں پڑھے جاتے ہیں:

باوج کبریا کز پہلوی عجز است راہ آنجا
سری موی گر اینجا خم شوی بشکن کلاہ آنجا
ادب گاہ محبت ناز شوخی برنمی تابد
چوشبنم سربمہر اشک می بالد نگاہ آنجا

خلاصہ مضمون ان ابیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا حقیقی عرفان صرف عاجزی اور انکساری کی راہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر انسان اس عرفان کے حصول کے لیے ایک بال برابر بھی عجز وانکسار اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک لازوال عزت کا مالک بنا دیتا ہے۔ منازل عشق میں شوخی یعنی بے ادبی کو کوئی دخل نہیں ہوا کرتا اس جگہ شبنم کے پاک صاف موتی کی طرح نگاہ ہونی چاہئے۔

جہاں تک حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ کے ابیات کا تعلق ہے آپ نے ان میں بیدل کے ان ابیات میں درج بعض الفاظ لاکر ان کے مضامین کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے کہ یہ عجز وانکسار بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص کی تجلی اس پر نہ ہو۔ چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں

کہ اگر تیری طرف سے اس ازلی وفا کی تجلی نہ ہوتی تو میں اس وطن لم یزل کی خاک کی خوشبو کیسے محسوس کرتا۔ نیز

کی خبرے از عالمِ اوجِ کبریا کردی
اشکِ شبنم ہوس برگ آثار طللی

کہ معرفت کے بلند و بالا عالم کا راز جو شبنم کے موتی، درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ اور سرائے ویران کی قدیم بنیادوں (یعنی کھنڈرات) نے بتایا، کون بتاتا۔

یہاں جو لفظ ”طللی“ استعمال ہوا ہے اس کے معنے بارش کی خوشگوار سی پھوار بھی ہو سکتے ہیں جو سیاق و سباق سے مناسبت رکھتے ہیں۔

الغرض حضرت شہید مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل بے پایاں پر اس کے حضور شکر گزار ہیں اور اپنی ہر قسم کی کوشش یا ہنر وغیرہ سے مکمل طور پر دستکش ہیں۔ چنانچہ اسی مذکورہ نوٹ بک کے محوّلہ صفحہ پر حضرت مولوی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں کہ:

”حاصل اینکہ شکر یہ میگوید کہ اگر احسانِ شما نبودے من بدرجۂ معرفتِ تو کے میرسیدم کہ اشک شبنم و آواز برگ اشجار و نشاناتِ بیخ ہائے دیوار ہائے کہنہ ہمراہِ من راز میگویند و ھمہ گے مظاہر انوارِ تو گشتہ اند۔ والسلام“

یہاں حضرت مولوی صاحبؓ نے بروایت حضرت مولوی عبدالستار صاحب رضی اللہ عنہ (المعروف بہ ”بزرگ صاحب“) یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

”مولانا صاحب یعنی بزرگ صاحب از جناب شہید مرحوم رضی اللہ عنہ ما حکایۃً میگفت، گفت شہید مرحوم کہ در امرتسر بودم کہ خوشبوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از روضہ شریف بمشام میرسید۔ و مظہر صفاتِ الٰہی گردیدہ۔ ارادہ نمودم کہ کدام کار بکنم بیت 2 مذکور یاد آمد خاموش ماندم ایضاً بارہا یاد آمدہ مثل استاذ من است یعنی ایں بیت ادبگاہ محبت الخ“

ترجمہ: ”حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں امرتسر میں تھا کہ خوشبوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ مبارک سے مجھے آرہی تھی اور مظہر صفات الٰہی ہو کر ارادہ کیا کہ کیا کروں! بیت دوم مذکور یاد آیا۔

حضرت مولوی عبدالستار صاحب رضی اللہ عنہ (المعروف بزرگ صاحب)، حضرت ولی داد خان صاحب شہید، حضرت مولوی غلام محمد صاحب افغان رضی اللہ عنہ

خاموش رہا۔ دوبارہ یاد آیا استاد کی طرح ہے یعنی اس کا یہ بیت ادب گاہ محبت۔ الخ“۔

الغرض ان ابیات میں حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض روحانی تجربات کا ذکر فرمایا ہے جن کی کنہ کو ہم جیسے لوگ نہیں پہنچ سکتے اور ان نکات معرفت کو خالصۃً اللہ تعالیٰ کا احسان شمار فرمایا جس کا توسّط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات تھی جن کی بعثت ثانی امام الزمان، مہدی دوران، مسیح جہان سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود باجود میں ہوئی اور جن کی زیارت اور ملاقات کے شوق میں حضرت شہیدِ مرحوم اپنے وطن سے کشاں کشاں قادیان کی طرف دیوانہ وار کھچے چلے آئے اور جن کی صداقت کا زندہ نشان بن کر آپ نے اپنا سب مال و متاع، اہل و عیال، عزت و جاہ حتّٰی کہ اپنی جان جانِ آفرین کے لیے قربان کردی۔

جن کے نقش قدم پر چلنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ساری جماعت کو تاکید فرمادی اور فرمایا کہ اس شہید مرحومؓ کے سوانح یعنی ”تذکرۃ الشہادتین“ کو بار بار پڑھتے رہو اور خدا سے دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا ایمان تمہیں بھی نصیب فرمائے۔ خدا کرے کہ حضور علیہ السلام کی نصیحت ہمارے دلوں میں اتر جائے اور ہمیں اس پر کاربند ہونا نصیب ہو اور حضرت اقدس علیہ السلام کی توقعات پر ہم پورا اترنے والے بنیں، آمین یا ارحم الراحمین۔

قراردادِ لاہور
قیامِ پاکستان کی بنیاد

مرسلہ چودھری حمیداللہ ظفر صاحب

لاہور کے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں 22 سے 24 مارچ 1940ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کا 27واں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کی تھی۔

اس تاریخی اجلاس میں بنگالی لیڈر مولوی فضل الحق نے 24 مارچ 1940ء کو ایک متفقہ قرارداد پیش کی جو تاریخ میں پہلے ''قراردادِ لاہور'' اور پھر ''قراردادِ پاکستان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس قرارداد میں برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی نصب العین کا فیصلہ کیا گیا تھا اور برطانوی ہندوستان کی آئینی حدود میں رہتے ہوئے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ

"آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت غوروخوض کے بعد اس ملک میں مسلمانوں کے لیے صرف ایسے آئین کو قابلِ عمل اور قابلِ قبول قرار دیتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے باہم متصل خطوں کی صورت میں حدبندی کا حامل ہو اور بوقتِ ضرورت ان میں اس طرح ردوبدل ممکن ہو کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت بہ اعتبار تعداد ہو، جیسے کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقے ہیں، انہیں آزاد ریاستوں کی صورت میں یکجا کردیا جائے اور ان میں شامل ہونے والی وحدتیں خودمختار اور حاکمیت کی حامل ہوں''۔

جب قرارداد لاہور، قرارداد پاکستان بنی

"قرارداد لاہور" کو پہلی بار "قرارداد پاکستان" کا نام آل انڈیا مسلم لیگ کے مخالف وطن پرست مسلمان سیاسی اتحاد، آل انڈیا آزاد مسلم کانفرنس نے اپنے اپریل 1940ء کے جلسہ میں دیا تھا جس کی ہندو پریس نے بڑے مزے لے لے کر طنزیہ تشہیر کی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ 1933ء میں چودھری رحمت علی نے جب ہندوستان میں 15 خیالی مسلمان ریاستیں ''پاکستان'' کے نام سے تشکیل دے دی تھیں تو ان کا خوب مذاق اڑایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ مسلم لیگی حلقوں نے بھی چودھری صاحب کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ ہندو پریس کی اس معاندانہ تنقید سے ضد میں آکر مسلم لیگ نے 1941ء میں اپنے اگلے اجلاس میں "قرارداد لاہور" کو "قرارداد پاکستان" کا نام دے کر اپنا نصب العین قرار دے دیا تھا۔

یہ ملکِ خداداد ہے اللہ کی امانت
پہ شرط ہے انصاف، مساوات، دیانت
کی تُو نے اگر اس کی امانت میں خیانت
اس جہل پہ پچھتائے گا تا روزِ قیامت
ہو ملک میں گر ظلم پہ بنیادِ سیاست
تب قوم پر آ جاتی ہے دنیا میں بھی شامت
مسلم ہو کہ کافر ہو، مسلّم ہے روایت
ظالم کی حکومت ہے تباہی کی علامت
جو قوم امانت میں خیانت نہیں کرتی
وہ قوم کبھی قہر خدا سے نہیں ڈرتی

(جنرل عبدالعلی ملک)

قرارداد لاہور کا مکمل متن

1۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس، آئینی مسائل پر 27 اگست، 17 اور 18 ستمبر اور 22 اکتوبر 1939ء اور 3 فروری 1940ء کی قراردادوں کی روشنی میں یہ مطالبہ کرتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں شامل وفاق کی تجویز، اس ملک کے مخصوص حالات میں مکمل طور پر نامناسب اور ناقابل عمل ہے۔

2۔ کوئی بھی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابل عمل یا مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا کہ جب تک جغرافیائی طور پر متصل اکائیوں کی حدبندی نہ کی جائے۔ ان خطوں میں جہاں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں، ان کو "آزاد ریاستوں" کی شکل دی جائے جن میں تمام اکائیاں آزاد اور خودمختار ہوں۔

3۔ آئین میں مسلم اکائیوں اور خطوں میں غیرمسلم اقلیتوں اور دیگر علاقوں کے مسلم اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دیگر حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے باہمی مشاورت سے مناسب اور موثر اقدامات کی ضمانت دی جائے۔

4۔ آئین میں یہ گنجائش رکھی جائے کہ مسلم خطے، دفاع، خارجی امور، رسل و رسائل پر عملدرآمد اور دوسرے ضروری امور کے اختیارات پر بھی قابض ہوسکیں۔

قسط دوم

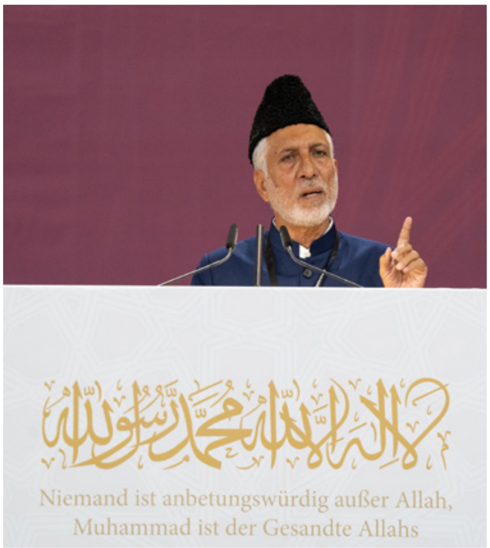

خلافت اور جماعت کے باہمی پیار کا تعلّق

تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2023ء

مولانا عبدالسمیع خان صاحب، استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

سرینام کے ابتدائی احمدی محترم حسینی بدولہ صاحب تھے۔ 1994ء میں سرینام میں ایم ٹی اے کا اجراء ہوا تو آپ نے کئی دفعہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں ایک ایسا بوسٹر لگوانا چاہتا ہوں کہ سرینام میں ہر گھر میں ایم ٹی اے دیکھا جاسکے اور وہ اس کام کے لئے پورا خرچ دینے کو تیار ہو گئے۔ (الفضل 18 نومبر 2013ء)

جمعہ کے دن ایک احمدی کی سب سے بڑی اور بابرکت مصروفیت حضور کا خطبہ جمعہ سننا ہے دنیا میں دن کا آغاز سورج طلوع ہونے سے ہوتا ہے مگر احمدی کا سورج اس کا محبوب امام ہے پہلے ہم پاکستان میں شام کے وقت خطبہ سنتے تھے پھر گھانا میں عین دوپہر کے وقت سنتے تھے ہم کینیڈا میں صبح 8 بجے سنتے ہیں اور جرمنی میں 2 بجے دوپہر سنتے ہیں دنیا میں ایسے ملک بھی ہیں جو رات گئے اور بعض فجر کے وقت سنتے ہیں ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں صرف ایم ٹی اے چلتا ہے اور اپنوں کے لئے تربیت اور غیروں کے لئے تبلیغ کا سامان مہیا کرتا رہتا ہے

اس جمعہ نے جماعت احمدیہ کی اندرونی زندگی کو متعدد جمعوں سے بھر دیا ہے دنیا میں جب سورج ڈھلتا ہے تو جماعت احمدیہ کا سورج طلوع ہوتا ہے تمام آنکھیں ٹیلی ویژن کی سکرین پر جم جاتی ہیں سب ایک آواز اور ایک تصویر کے منتظر ہوتے ہیں کہیں دن، کہیں رات، کہیں صبح کی ٹھنڈی ہوائیں، کہیں تپتی دوپہریں، کہیں مرغزار، کہیں گلستان، کہیں نخلستان، کہیں برف زار، مگر سب کے دل ایم ٹی اے کی برقی لہروں کے ساتھ دھڑکتے ہیں خدا کا پیارا جب السلام علیکم کے ذریعہ ساری دنیا میں سلامتی کا پیغام دیتا ہے تو لاکھوں زبانوں سے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا جواب فضا کو برکتوں سے بھر دیتا ہے۔ اس جمعہ کی عید نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی خوشیوں کو بھی دوچند کر دیا ہے ہر طرف پھیلی دھند میں وہ ٹھنڈی چاندنی احمدیوں کی قوت اور سہارا ہے

ایم ٹی اے کے قیام سے پہلے اخبار الفضل قریباً 90 سال تک بلاشرکت غیرے خلافت اور جماعت کی محبّت کا حوالہ بنا رہا یہ آغاز میں ہفت روزہ تھا مگر جماعت حضور کا خطبہ اور دیگر خبریں سننے کے لئے ایک ہفتہ انتظار نہیں کرسکتی تھی اس لئے جماعت نے بار بار درخواستیں کیں کہ اسے روزانہ کر دیا جائے۔

اس پر حضور نے 1935ء میں فیصلہ فرمایا کہ الفضل کو فی الحال 6 ماہ کے لئے روزانہ کر دیا جائے الفضل روزنامہ ہو گیا اور 6 ماہ کی بجائے ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ اسے ربوہ سے بند کیا گیا تو لندن سے روزنامہ الفضل انٹرنیشنل خلافت اور جماعت کی محبّت کی گواہی دے رہا ہے۔ اب ایم ٹی اے کے 8 چینل اسی محبّت کے نئے جلوے دکھا رہے ہیں۔ جب سے خلیفہ وقت کے خطبات ایم ٹی اے پر نشر ہونا شروع ہوئے ہیں ایک آدھ کے سوا کوئی ناغہ نہیں ہوا حتّٰی کہ ایک خلیفہ نے آخری خطبہ دیا اور اگلا جمعہ نئے خلیفہ نے پڑھایا۔ حضور کا پتے کا آپریشن ہوا تو اس طرح پلان کیا کہ خطبہ کا ناغہ نہ ہو۔

کورونا کی وبا سے دنیا بھر کے رابطے منقطع ہو گئے مگر خلافت احمدیہ کا رابطہ نہیں ٹوٹا جب جمعہ پڑھنا ممکن نہ رہا تو حضور نے دفتر سے پیغام دیا۔ اس طرح بھی جمعہ پڑھایا کہ خطبہ کے وقت سامنے صرف ایک خادم ہوتا تھا اور نماز میں چند خدام۔ مگر اپنی جماعت سے رابطہ قائم رکھا۔ ذاتی ملاقاتیں آن لائن ملاقاتوں میں تبدیل ہو گئیں اور اب تک متعدد ممالک کی سینکڑوں جماعتیں اور ہزاروں احباب یہ سعادت پا چکے ہیں جن میں یہ عاجز بھی شامل ہے جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا سے ملاقات کے دوران حضور نے مجھے طلبہ کے درمیان پہچانا اور نام لے کر مخاطب کیا اور مجھے نئی زندگی دے دی۔

2021ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یہاں جرمنی میں مجلس خدام الاحمدیہ کے اجتماع سے آن لائن خطاب فرما رہے تھے کہ تیز بارش شروع ہو گئی مگر تمام خدام پورے سکون کے ساتھ بیٹھے سنتے رہے تمام عالم نے یہ نظارہ دیکھا اور خلافت اور جماعت کے بے مثال تعلق کا مشاہدہ کیا۔ ابھی نیا نیا سسٹم تھا حضور کو پتہ لگا کہ آن لائن ملاقات کے دوران ایک ملک میں بچوں کو ٹھنڈ میں بٹھایا گیا تھا تو حضور نے اس ملک کے صدر خدام الاحمدیہ سے جواب طلبی کی۔ (کتاب ”اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز صفحہ 4، مرتبہ ادارہ الفضل آن لائن)

بعض والدین کا یہ کہنا تھا کہ ہمیں بچوں میں خلافت سے محبّت کا پہلے اتنا اندازہ نہیں تھا لیکن اب اس بات سے اندازہ ہوا کہ آن لائن ملاقات سے ایک رات پہلے بچوں نے سونے سے پہلے اپنے کپڑے تیار کیے۔ الارم لگائے، صبح اُٹھ کر تہجد کی نماز ادا کی۔ صدقہ دیا اور ہمیں کہا کہ جلدی ہمیں کلاس میں لے کے چلیں ہم کہیں لیٹ نہ ہو جائیں۔ ایک ماں کہتی ہے میرے 2 بچے اس خوشی میں ساری رات نہیں سوئے کہ کل ان کی حضور سے ملاقات ہے اور اگلی رات اس لئے نہیں سوئے کہ حضور نے انہیں تحفہ میں چاکلیٹ دی تھی۔

(کتاب ''اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز صفحہ 97-96)

ایک زمانہ میں لائبیریا کے حالات خراب ہوئے اور باغیوں نے قتل و غارت شروع کر دی ایک علاقہ میں ہمارے مربی بھی تھے رابطے کٹ گئے تھے اور کوئی خبر نہیں تھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بہت فکر مند تھے دعا بھی کر رہے تھے اور صدقہ بھی دے رہے تھے فرمایا اس سے پہلے بھی ایک مربی صاحب کے لئے صدقہ دیا تھا اور وہ مل گئے تھے ان شاء اللہ یہ بھی مل جائیں گے 2 ہفتوں بعد ان کی خیریت کی خبر ملی تو حضورؒ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ (ماہنامہ خالد طاہر نمبر 2004 صفحہ 99)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جلسہ سالانہ جرمنی کی ڈیوٹیوں والی کارکنات کے قریب سے گزر رہے تھے ایک خاتون کے ساتھ اس کی چھوٹی بچی بھی تھی اس بچی نے بلند آواز سے کہا کہ حضور آپ نے ہمیں پیار ہی نہیں کیا حضور جو آگے جا چکے تھے واپس لوٹے اس بچی کے گال پر پیار کیا۔

(الفضل 21 مئی 2021ء)

یہ وہ محبّت اور عشق کا تعلق ہے جو صرف خدا پیدا کرتا ہے ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپریل 2003ء میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اس وقت بیرون پاکستان بہت کم احمدی آپ سے ذاتی طور پر واقف تھے مگر خلیفہ بنتے ہی خدا نے دونوں طرف محبّت کے ایسے چشمے رواں کئے جو بے مثال ہیں آپ فرماتے ہیں:

دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں اور کوئی ایسا لیڈر نہیں جو ایک دوسرے کے لیے اتنے بے قرار ہوں حضور فرماتے ہیں:

دنیا میں کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں میں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لیے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ کرتا ہوں۔

(الفضل یکم اگست 2014ء)

ایک دفعہ جلسہ لندن کے موقع پر شام کے وقت بارش شروع ہوگئی قافلے جلسہ گاہ سے قیام گاہوں کی طرف واپس جا رہے تھے کہ سسٹم درہم برہم ہو گیا اور سینکڑوں احمدی کئی گھنٹے بارش میں کھڑے رہے حضور کو معلوم ہوا تو تمام مصروفیات چھوڑ کر تشریف لے آئے اور احباب کے پاس بارش میں اس وقت تک کھڑے رہے جب تک تمام مہمان خیریت سے روانہ نہیں ہو گئے اور پھر ساری رات ان کے لئے دعائیں کرتے رہے اب حضور کی دعا کا اعجاز دیکھیں خطرہ تھا کہ سردی میں بارش سے بھیگنے والے اکثر احباب بیمار ہو جائیں گے مگر بعد کی رپورٹوں سے پتہ لگا کہ کسی کو چھینک تک نہیں آئی۔ (خلافت صفحہ 365 الفضل 24 مئی 2019ء۔ الفضل انٹرنیشنل 24 اگست 2007ء)

یہی وہ لازوال محبّت ہے جس سے اطاعت کے چشمے پھوٹتے ہیں حضرت مولوی غلام نبی مصری حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے شاگرد اور مدرسہ احمدیہ قادیان کے استاد تھے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کتابوں کے عاشق تھے کسی کتاب کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کتاب صرف مصر کے کسی کتب خانہ میں موجود ہے دنیا میں کہیں اور کسی جگہ دستیاب نہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا اے کاش یہ کتاب ہمیں دستیاب ہو جائے شاگرد نے استاد کی بات سنی سفر کی اجازت چاہی اور مصر روانہ ہوگئے۔ کوئی زادِ راہ پاس نہ تھا توکل کا دامن پکڑا اور چل پڑے۔ راہ میں کسی مریض کا علاج کرنے کا موقعہ میسر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفایاب کیا تو اس کے والی وارثوں نے ایک قیمتی کمبل ان کی نذر کیا۔ بمبئی پہنچے تو ایک جہاز عدن جا رہا تھا۔ کمبل بیچا تو کرایہ کی رقم میسر آ گئی۔ عدن پہنچ گئے وہاں سے ایک قافلہ کے ساتھ مصر چل پڑے۔ پیدل چلے جاتے تھے مسافروں کا سامان اٹھانے اور اونٹوں پر اُتارنے لادنے کا کام کرتے تھے کھانا میسر آ جاتا کبھی کبھار وہ انہیں اونٹ پر سوار ہو جانے کی اجازت بھی دے دیتا آخر مصر جا پہنچے۔ کھجوروں کی گٹھلیاں چنتے بیچتے تو دو وقت کا کھانا میسر آ جاتا۔ لائبریری میں کتاب موجود تھی مگر اس کو قلم سے نقل کرنے کی اجازت نہ تھی پنسل سے نقل تیار کرتے گھر پہنچ کر سیاہی سے اسے روشن کرتے اور اپنے مرشد کی خدمت میں بھیج دیتے۔ کئی سالوں میں کام مکمل ہوا۔ درمیان میں یہ آزمائش بھی آئی کہ کتب خانہ والوں نے کتاب کو پنسل سے نقل کرنے کی اجازت منسوخ کر دی مولوی صاحب نے کتاب حفظ کرنا شروع کر دی۔ جتنا حصہ حفظ کرتے گھر پہنچ کر لکھ لیتے کئی برسوں میں یہ کام مکمل کیا۔ واپسی کا حکم ہوا تو اسی طریق سے واپس آ گئے۔ (الفضل 4 جولائی 2015ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو حقّہ سے سخت نفرت تھی آپ نے 1912ء میں ایک خطاب میں تمباکو نوشی چھوڑنے کی پُر زور تلقین فرمائی۔ (الحکم 28 فروری 1912ء صفحہ 6) حضور کی یہ نصیحت نہایت مؤثر اور کارگر ثابت ہوئی۔ اخبار الحکم لکھتا ہے۔ بہت سے آدمیوں نے حقہ نوشی سے توبہ کر لی اور حقے ٹوٹ گئے۔ جو سگریٹ نوشی کے عادی تھے۔ وہ اپنی توبہ کی درخواستیں پے در پے بھیج رہے ہیں۔ بعض کو اس قبیح عادت کے ترک سے تکلیف بھی ہوئی ہے۔ حضور نے ان کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا ہے۔ کہ جب حقہ کی خواہش پیدا ہو تو چند کالی مرچیں منہ میں رکھ لو بہر حال اب یہ بلا ہمارے مدرسہ سے رخصت ہونے کو ہے بلکہ ہو چکی ہے۔

(الحکم 14 فروری 1912ء صفحہ 8)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ وہ خود حقہ پیتے تھے۔ انہوں نے گھر آ کر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ بیوی نے پوچھا تو کہا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اس لئے پہلے اپنے حقے کو توڑا ہے۔ اور پھر مَرتے دَم تک حقے کو ہاتھ

نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔ (سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 34)

تمباکو نوشی سے نجات ایک ایسا خوشکن اور قابل ذکر امر تھا کہ قادیان میں آنے والے غیروں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا اور اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ایک معزز سکھ سردار اننت سنگھ صاحب خالصہ پرچارک ودیالہ ترنتارن کے پرنسپل نے 1937ء اور 1938ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی اور اپنے مضمون میں لکھا۔

وہاں مَیں نے خوبی ہی خوبی دیکھی ہے مَیں نے کسی کو تمباکو نوشی کرتے فضول بکواس کرتے لڑتے جھگڑتے بھیک مانگتے۔ عورتوں پر آوازے کستے، دھوکہ بازی کرتے، لوٹتے اور لغو طور پر ہنستے نہیں دیکھا، شرابی، جواری، جیب تراش، اس قسم کے بدمعاش لوگ قادیان کی احمدی آبادی میں قطعاً مفقود ہیں...... مَیں بہت مقامات پر پھرا ہوں اور پورے زور کے ساتھ ہر جگہ یہ بات کہنے کو تیار ہوں کہ بجلی کے زبردست جنریٹر کی طرح قادیان کا مقدّس وجود اپنے سچے متبعین کے قلوب کو پاکیزہ علوم سے منور کرتا ہے اور قادیان میں احمدیوں کی قابل تقلید زندگی اور کامیابی کا راز یہی ہے۔

(الحکم 14 فروری 1939ء صفحہ 1)

حضرت مصلح موعودؓ نے روسی علاقوں میں تبلیغ کا ارشاد فرمایا تو نوجوان نتائج کی پروا کئے بغیر پاسپورٹوں کے بغیر نکل کھڑے ہوئے وہاں جاکر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے مگر قید میں بھی تبلیغ نہیں چھوڑی۔ حضرت مولوی ظہور حسین صاحب اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ کئی دن تک وہ نہ رات کو سو سکے نہ دن کو اور مسلسل فاقے کرنے پڑے۔ ان کے سامنے قید میں سؤر کا گوشت بھی رکھا جاتا تھا جسے وہ کھا نہیں سکتے تھے۔ اور محض پانی میں روٹی بھگو کر کھاتے۔ ان کو بدترین قید میں رکھا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں قید میں ان کو دی گئیں۔

(ماخوذ از 'آپ بیتی مجاہد روس وبخارا' صفحہ 86)

جب حضرت مولوی ظہور حسین صاحب واپس ہندوستان تشریف لائے تو ایک اخبار نے لکھا کہ آپ پر مختلف مظالم توڑے گئے۔ قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ بے رحمی سے مارا گیا۔ کئی کئی دن سؤر کا گوشت ان کے سامنے رکھا گیا۔ لیکن وہ سرفروش عقیدت جادہ استقلال پر برابر قائم رہا۔ کوئی شخص جو قید خانے میں انہیں دیکھنے آیا مولوی صاحب اس کو یہ پیغام دینے لگ گئے۔ اس طرح تقریباً چالیس اشخاص احمدی ہو گئے''۔

(الفضل 23 جنوری 1984ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے 1923ء میں تحریک شدھی کے خلاف مہم چلائی تو سینکڑوں رضاکار حاضر ہو گئے جنہوں نے جماعت سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا اور اپنا سامان سروں پر اٹھا کر میلوں پیدل چلتے رہے بھوکے سوتے رہے مگر اسلام اور اپنے امام کی محبّت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی اسی تحریک کے دوران ریاست بھرت پور کے گاؤں کی ایک بڑھیا مسلمان ہوگئی تو اس کی فصل کاٹنے سے اس کے بیٹوں نے انکار کر دیا تو حضرت مصلح موعودؓ کے حکم پر قادیان کے گریجویٹ اور عربی فاضل اس بڑھیا کی فصل کاٹنے کے لئے پہنچے۔ وہ جو صرف قلم چلاتے تھے اور کبھی درانتی اور کسی نہیں پکڑی تھی وہ زخمی ہاتھوں سے اسلام اور امام کی غیرت دکھا رہے تھے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ''زمیندار'' نے لکھا:

''احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے''۔

(زمیندار 8 اپریل 1923ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 347)

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحبؓ حضرت مصلح موعودؓ کے حکم پر 1923ء میں بطور مبلغ گھانا تشریف لے گئے اور چھ سال بعد 1929ء میں وطن واپس آئے قادیان میں آپ کی شادی ہوئی اور شادی کے تقریباً ڈیڑھ برس بعد ہی 1933ء میں آپ کو پھر مغربی افریقہ بھیج دیا گیا جہاں آپ 14 سال اپنے مقدّس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ 1947ء میں آپ مرکز میں واپس تشریف لائے تو بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے۔ اور آپ کی اہلیہ جنہوں نے شادی کے بعد صرف ڈیڑھ برس ہی اپنے خاوند کے ساتھ گزارے تھے وہ بھی اب ادھیڑ عمر کو پہنچ چکی تھیں۔ لیکن یہ سب کچھ محض اللہ کے دین کی خاطر اور اپنے امام کی محبّت میں تھا۔

(روح پرور یادیں صفحہ 31-32۔ از محمد صدیق امرتسری)

حضورؓ نے حضرت مولانا رحمت علی صاحب کو انڈونیشیا بھجوایا مگر جماعت احمدیہ کی غربت کا ان دنوں یہ حال تھا کہ مبلغ بھجوانے کے لئے تو پیسے جمع کر لئے جاتے مگر واپس بلانے کا خرچ مہیا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مولانا کو بھی جب بھجوایا گیا تو سال پر سال گزرتے گئے لیکن جماعت کو یہ توفیق نہ مل سکی کہ انہیں اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لئے واپس بلائے۔ ایک دن ان کے سب سے چھوٹے بیٹے نے جو سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اپنی ماں سے پوچھا کہ اماں سکول میں سب بچے اپنے ابا کی باتیں کرتے ہیں میرے ابا کہاں چلے گئے کہ واپس آنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ ماں یہ سن کر آبدیدہ ہوگئی اور جس سمت میں اس نے سمجھا کہ انڈونیشیا واقع ہے اس سمت میں انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ بیٹا تمہارے ابا اس طرف خدا کا پیغام پہنچانے گئے ہیں اور اسی وقت واپس آئیں گے جب خدا کو منظور ہوگا۔ انڈونیشیا میں اپنے اہل وعیال سے الگ رہ کر تبلیغ وتربیت میں جو وقت انہوں نے صرف کیا اس کا عرصہ 26 سال بنتا ہے۔ بالآخر جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ان کو مستقلاً واپس بلا لیا جائے۔ تب ان کی بیوی جو اب بوڑھی ہو چکی تھی حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑے درد سے یہ عرض کیا کہ میں جوان تھی تو اللہ کی خاطر صبر کیا اور اپنے بچوں کو کسمپرسی کی حالت میں پالا پوسا اور جوان کیا۔ اب جب کہ میں بوڑھی اور بچے جوان ہو چکے ہیں اب تو میری تمنا پوری کر دیجئے کہ میرا خاوند مجھ سے دور خدمت دین کی مہم ہی میں دیارِ غیر میں مَر جائے اور میں فخر سے کہہ سکوں کہ میں نے اپنی تمام شادی شدہ زندگی دین کی خاطر قربان کر دی۔

(ماہنامہ خالد ربوہ۔ فروری 1988ء)

لوکل امارت ہمبرگ کی مساعی

تقریب آمین

شعبہ تعلیم القرآن و وقف عارضی لوکل امارت ہمبرگ کو مرکزی ہدایت کے مطابق مورخہ 28 جنوری کو بعداز نماز ظہر و عصر مسجد فضل عمر میں مقامی سطح پر بچوں اور بچیوں کے لئے تقریب آمین منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ تمام حلقہ جات سے بچوں و بچیوں کی رجسٹریشن کی گئی۔ رجسٹریشن کے بعد 9 بچوں اور 7 بچیوں کے ساتھ تقریب منعقد ہوئی۔

آغاز میں محترم لوکل امیر صاحب نے تمام احباب کو قرآن کریم کی کلاسز میں شمولیت و شعبہ کے مختلف کاموں کی اہمیت اور جلسہ سالانہ پر وقف عارضی کی طرف توجہ دلائی۔ بعدازاں مکرم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ نے بچیوں اور بچوں سے قرآن کریم سنا اور قرآن کریم کی تلاوت کی اہمیت اور درست تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے بعد تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ آخر میں حاضرین کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

اس تقریب میں کل 55 احباب و خواتین اور بچے شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی برکات سے فیض حاصل کرنے والا بنائے۔

ہمبرگ میں چرچ کی حفاظت

اسلام ہر مذہبی عبادت گاہ کی عزت اور حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ہمبرگ کے احمدی احباب نے Sankt Petri چرچ کی حفاظت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں جس پر حملہ کی دھمکیاں کچھ عرصہ سے مل رہی تھیں۔ چنانچہ مورخہ 20 جنوری 2024ء کو تیس انصار و خدام انتظامیہ کی اجازت سے چرچ کی حفاظت کے لئے آئے اور ڈیوٹی دی۔ تمام احباب نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر درج تھا کہ ”مَیں مسلمان ہوں اور چرچ کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوں“ اور ”اسلام عبادت گاہوں کی عزت اور حفاظت کی تعلیم دیتا ہے“۔ اس موقعہ پر مکرم داؤد عطا صاحب سیکرٹری تبلیغ لوکل امارت ہمبرگ نے لوگوں کو اسلام کی پُرامن تعلیمات سے آگاہ کیا جس کا بہت مثبت اثر ہوا۔

عیسائی نوجوانوں کا دورہ مسجد فضل عمر

مؤرخہ 25 فروری کو چرچ سے نوجوانوں کے ایک وفد نے مسجد کا دورہ کیا۔ اس وفد میں ایک پادری بھی تھے۔ ان مہمانوں کو ایک گھنٹہ اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا۔

مہمانوں نے اسلامی تعلیمات کے متعلق سوالات پوچھے جن کے جوابات مکرم لئیق احمد منیر صاحب مربی سلسلہ نے دیئے۔ پادری صاحب نے مسجد فضل عمر میں آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسجد لوگوں کے درمیان تعلقات کو فروغ دیتی ہے۔

مسجد فضل عمر کی ویب سائٹ کا اجراء

مسجد فضل عمر ہمبرگ جرمنی میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد ہے جو 1957ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس تاریخی

حیثیت کی وجہ سے بہت سے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں۔ جن میں فیمیلیز، سکول کی کلاسز وغیرہ شامل ہیں۔ مؤرخہ 26 فروری 2024ء کو مکرم امیر صاحب جرمنی نے مہمانوں کی سہولت کے لیے ایک ویب سائٹ کا افتتاح کیا۔ مسجد کے دورہ کے خواہشمند افراد ویب سائٹ پر جاکر آنے سے قبل بکنگ کرسکیں گے۔

(طاہر محمود، نمائندہ اخبار احمدیہ جرمنی)

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

ماہ دسمبر کی 18 وہ تاریخ ہے جس کو مَیں چاہوں بھی تو اپنے دل و دماغ سے بھلا نہیں سکتا ہر سال جب جرمنی کے شدید سرد موسم میں یہ ایام آتے ہیں تو میں یادِ ماضی کی ان گنت پگڈنڈیوں کا مسافر بن جاتا ہوں۔ اسی لئے 18 دسمبر کی میری زندگی میں خاص اہمیت ہے۔ جوانی میں قدم رکھتے وقت اپنے مستقبل کے حوالے سے ہرنوجوان کی طرح میرے دل میں بھی جن اُمنگوں اور خواہشات نے جنم لیا ان کا اپنے اس وقت کے حالات سے موازنہ کروں تو پشیمانی اور تعجب کے ساتھ حیرانی بھی ہوتی ہے۔ انسان کے لئے بعض فیصلے تقدیر نے کر رکھے ہوتے ہیں ان فیصلوں کی عملی صورت تک پہنچنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے انسان کو حوصلہ، وسائل اور تگ و دو کے ساتھ مقررہ وقت کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ 18 دسمبر 1972ء کو مَیں علی الصبح اردن کی قومی ایئر لائن Royal Jordanian جس کا اس وقت نام عالیہ تھا کے طیارے پر کراچی سے سوار ہو کر عمان، جینیوا سے ہوتا ہوا اوّلین شب فرانکفرٹ ایئر پورٹ پر ایک نئے جہان میں اترا۔ پچاس سال پہلے اس روز میں اپنی زندگی کے جس سفر پر روانہ ہوا وہ خداتعالیٰ کے فضلوں اور احسانات سے بھرا پڑا ہے۔ محدود وسائل کے حامل والدین کی دردمندانہ دُعائیں تھیں جو زندگی بھر میرا سہارا بنیں اور ہر منزل کو مجھ سے قریب تر کرتی چلی گئیں۔ پچاس سال پہلے ہوائی سفر اختیار کرنے سے زیادہ مشکل کام پاسپورٹ بنوانا تھا حکومت نے سو قسم کی رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں۔ جن مراحل سے گزرنا پڑتا تھا ان پر منیر نیازی کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

اک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو مَیں نے دیکھا

نوعمری میں یہ کٹھن مراحل مَیں نے جن بزرگوں کی مدد سے عبور کئے ان کو آج آدھی صدی بعد یاد کرنے اور دُہرانے کا مقصد ان کے لئے دل میں اُٹھنے والے دعائیہ جذبات ہیں جن سے مغلوب ہو کر مَیں قارئین کو بھی ان بزرگوں کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی اس تحریک میں شامل کرنا چاہتا ہوں جو اُن بزرگوں کے لئے میرے دل میں موجزن رہتی ہے۔

تعلیم الاسلام کالج سے فارغ التحصیل ہونے والے میڈیکل اور پری میڈیکل کے طلبہ تو میڈیکل کالجز اور انجنیئرنگ کالجز میں چلے جاتے۔ آرٹس گروپ میں بی اے کرنے والوں کے لئے یا تو ایم اے عربی میں داخلہ لینے کی چوائس تھی یا دوسرے پھر وہ ان شہروں کا رخ کرتے جہاں مختلف مضامین میں ماسٹرز کرنا ممکن تھا جس کے لئے خاصی رقم درکار ہوتی۔ جو چند مجھ جیسے نالائق باقی رہ جاتے ان کے لئے بزرگوارم حسن محمد خان عارف کا بیرونی برآمدہ ایک کارآمد آماجگاہ تھا۔ جہاں انگریزوں کے زمانہ کے چند ٹائپ رائٹر موجود تھے جن پر پریکٹس کرنے سے ہاتھوں کی انگلیاں درد کرنے لگتیں۔ وہ برآمدہ جس نے بہت سارے نوجوانوں کی زندگیاں بنانے میں مدد فراہم کی میں وہاں بمشکل ایک شام گزار سکا۔

مکرم حسن محمد خان عارف صاحب

ان دنوں میرے ہم عمر فرید عارف صاحب کے جرمنی جانے کے لئے کوششوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ چند بڑوں نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ مجھے بھی اسی کشتی کا سوار بنا دیا جائے۔

اس کے لئے پہلی کوشش پاسپورٹ بنوانا تھی۔ جس کا بنانا ان دنوں اتنا آسان نہیں تھا۔ بلکہ صاف لفظوں میں اس زمانے میں شہری کا اپنے ملک کے پاسپورٹ کا حامل ہونا اس کا حق نہیں تھا۔ پاسپورٹ بنانے کے دفاتر بھی پورے ملک میں چند تھے۔ ربوہ کے شہریوں کو لاہور پاسپورٹ آفس سے رجوع کرنا ہوتا تھا۔ ربوہ میں ایک مقامی دفتر ایسا تھا جس کا پاسپورٹ آفس سے واسطہ رہتا اس لئے اگر ربوہ کے کسی شہری کو پاسپورٹ بنوانے کے ضرورت پیش آتی تو وہ اس مقامی دفتر سے مشورہ کرکے اس پر عمل پیرا ہوتا۔ مجھے اس دفتر میں موجود تجربہ کار نے بتایا کہ پاسپورٹ حکام آپ سے پہلا سوال یہ پوچھیں گے کہ آپ کس ملک اور وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ جرمنی سے کوئی دعوت نامہ منگوائیں۔ چنانچہ والد صاحب کی وساطت سے مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی مبلغ جرمنی تک اپنا مدعا پہنچایا تو موصوف نے نہایت شفقت کا اظہار کرتے ہوئے ایک فیکٹری کے لیٹر پیڈ پر اس کے لیبر افسر مسٹر بارگل کا دستخط شدہ خط ارسال کر دیا۔ خط کا آنا تھا کہ مَیں خیالوں خیالوں میں جرمنی جا پہنچا۔ ناسمجھ ذہن یہ نہیں جانتا تھا کہ ابتدائے عشق سے انتہائے عشق کا فاصلہ بڑا کٹھن ہے اور منزل کو پانے تک نہ جانے کتنے دریا ابھی عبور کرنے ہیں۔ خط ملنے کے بعد مکرم حسن محمد خاں عارف صاحب کے اسی بیرونی برآمدہ میں ٹائپ رائٹرز کے درمیان بیٹھ کر پاسپورٹ فارم پر ہوئے۔ جب تیاری مکمل ہوگئی تو مَیں والدین اور حسن عارف صاحب

مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب

کی نصیحتوں کی جُگالی کرتا عازم لاہور ہوا۔ حسن عارف صاحب بار بار کہتے پپو (وہ مجھے اسی نام سے پکارتے تھے) میری باتوں کو پلے باندھ لے۔ پاسپورٹ دفتر کی لائن میں لگنے سے پہلے کئی شکاری تجھے دبوچنا چاہیں گے۔ پاسپورٹ چند دن میں بنوا کر دینے کے وعدے کریں گے۔ پُر شدہ فارم کسی شکاری کو نہیں دکھانا۔ اس میں کوئی غلطی نہیں۔ فارم وصول کرنے والی کھڑکی سے پہلے کسی کے سوال کا جواب نہیں دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لاہور پہنچ کر فارموں کو جمع کروانے سے قبل ان کو کسی سرکاری افسر سے تصدیق کروانا تھا۔ ان دنوں واپڈا ہاؤس میں محکمہ اِنکم ٹیکس کا دفتر ہوا کرتا تھا جہاں حضرت حافظ روشن علی صاحب کے نواسے مخدوم عثمان علی صاحب سی ایس پی افسر تھے۔ چند سال قبل جب وہ مسجد مبارک میں معتکف ہوئے تو ان کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری مَیں نے نبھائی تھی۔ ننھیال تعلق کی بناء پر کاغذات لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کمال شفقت سے یہ کام کر کے جلد فارغ کر دیا۔ اللہ ان کو جزاء دے۔ ان دنوں پاسپورٹ آفس میں کام کا طریق یہ تھا کہ کھڑکی پر کاغذات کی جانچ پڑتال کی جاتی اور کاغذات درست ہونے کی صورت میں عمارت کی اندر داخلہ کی اجازت ملتی اور پاسپورٹ افسر کو انٹرویو دینا پڑتا۔ یہ اب صاحب کی مرضی پر منحصر تھا کہ وہ کاغذات جمع کر لے یا اعتراض لگا کر واپس کر دے۔ پاسپورٹ آفس کی ابتدائی کھڑکی سے زیادہ تر لوگوں کو اعتراض لگا کر واپس کیا جا رہا تھا۔ یہ منظر مجھ غریب کے لئے باعث پریشانی تھا۔ کھڑکی سے مایوس کئے جانے والوں کی طرف شکاری لپکتے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ بات ہی کوئی نہیں۔ ہم بنوا کر دیں گے پاسپورٹ۔ وہاں ہی بھاؤ طے ہونا شروع ہو جاتے۔ یہ سب پاسپورٹ آفس کی ملی بھگت سے ہو رہا تھا۔ اللہ کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے مکرم حسن عارف صاحب کو جنہوں نے مجھے پہلے سے اس سارے ماحول سے متعارف کروا کر خبردار کر

مکرم مخدوم عثمان علی صاحب

دیا تھا۔ میری باری آنے پر کاغذات دیکھ کر اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ متعلقہ افسر نے پھر کاغذات کا جائزہ لیا اور پوچھا کہ آپ جرمنی روڈ کے ذریعہ جائیں گے یا ہوائی جہاز سے۔ میرا جواب سن کر انہوں نے کہا کہ آپ کو سب ملکوں کے لئے کارآمد پاسپورٹ نہیں جاری کیا جائے گا بلکہ جرمنی تک کے سفر کے دوران درمیان میں آنے والے ممالک کے لئے کارآمد پاسپورٹ جاری ہو گا۔ حکومت کی نئی پالیسی کے تحت آپ کو ایک لاکھ روپے کی ضمانت کا انتظام کرنا ہو گا۔ ضمانت کے الفاظ انہوں نے فارم پر بھی لکھ دیئے اور دستخط کے ساتھ مہر بھی ثبت کر دی۔ پندرہ منٹ سے بھی کم وقت میں فارم واپس میرے ہاتھ میں تھما دیئے گئے۔

باہر نکل کر اب تک کی کارروائی خط کے ذریعہ والد محترم کو لکھ دی۔ اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ خاکسار کا قیام ماڈل ٹاؤن میں مکرم مبشر دہلوی صاحب کے ہاں تھا۔ اللہ ان کو اور ان کی اہلیہ کو جزا دے کہ جرمنی کے سفر کی تیاری کے مراحل کو آسان بنانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ والد صاحب کا جواب آنے پر مَیں چند ایک ایسے احباب سے ملا جن کا ذکر والد محترم نے کیا تھا۔ میں روز صبح ماڈل ٹاؤن بس سروس پر بیٹھ کر شہر آتا۔ دن بھر بھاگ دوڑ کرتا اور ہر شام ناکامی سے دوچار ہو کر شام گئے پیدل واپس ماڈل ٹاؤن کی طرف چل پڑتا۔ ایک لاکھ روپے کی ضمانت کا حصول وبالِ جان بن گیا۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گیا اور معاملہ سفر خرچ کے لئے ساتھ لائے دس روپے کی آخری ریزگاری تک آن پہنچا اور پیدل چلنے کی ہمت بھی جواب دینے لگی تو اپنے والد کے ایک دوست پاکستان ٹائمز کے چیف سپورٹس رپورٹر مکرم آصف خان صاحب کے دفتر میں بیٹھ کر والد صاحب کے نام عرضی نامہ لکھا۔ پاکستان ٹائمز کا دفتر میو ہسپتال کے عقب میں نیشنل پریس ٹرسٹ کی بلڈنگ میں ہوا کرتا تھا۔ وہاں سے لاہور ریلوے اسٹیشن

مکرم مبشر احمد دہلوی صاحب

زیادہ دور نہیں۔ چنانچہ خط لے کر میں سرگودھا ایکسپریس کی روانگی کے وقت ربوہ جانے والے مسافر کی تلاش میں ریلوے اسٹیشن پر آ گیا۔ مولوی بشیر احمد صاحب قادیانی کے بھائی مکرم مبارک احمد صاحب جوان دنوں جامعہ نصرت کے دفتری سٹاف غالباً اکاؤنٹس سے منسلک تھے ان کے حوالے یہ خط اس درخواست کے ساتھ کیا کہ آج ربوہ پہنچ کر گھر جانے سے قبل والد صاحب کو پہنچا دیں اور وہ کل صبح اسی گاڑی سے آنے والے کسی مسافر کے ہاتھ اس خط کا جواب تحریر کر دیں جو مجھے مسافروں سے ٹکٹ واپس جمع کرنے والے بابو کے پاس کھڑا پائے گا۔ چنانچہ اگلی صبح میں مقررہ جگہ پر اپنے نامہ بر کا منتظر تھا کہ مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب باآواز بلند السلام علیکم کہہ کر یوں بے تکلّفی سے مخاطب ہوئے۔ تمہارے ابّا تو کہہ رہے تھے بچے کو تسلی دینا تم تو اچھے بھلے ہو۔ یہ لو اپنے ابّا کے خط۔ مولانا کے انداز تکلّم میں اس قدر پدرانہ شفقت اور اپنائیت تھی کہ ان سے مل کر میری ڈھارس بندھی۔ والد محترم نے دو خطوط بھجوائے تھے۔ میرے نام خط میں دعاؤں اور خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور توکّل کی نصیحت کے بعد لکھا تھا کہ دوسرا خط اپنے دوست مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کے نام ہے وہ آج کل دِلّی دروازے والی مسجد میں مربی سلسلہ ہیں۔ ان سے مل کر ایک آخری کوشش کر لو۔ اگر پھر بھی کامیابی نہ ہو تو واپس آ جاؤ پھر خدا جس حال میں رکھے اسی میں خوش رہنے کے ڈھنگ سیکھو۔ مَیں لاہور اسٹیشن سے سیدھا دِلّی دروازے احمدیہ مسجد پہنچا۔ مولانا اشرف صاحب سے واقفیت تو تھی۔ بہت تپاک سے ملے۔ خط پڑھتے ہی اچکن پہنی اور مجھے ساتھ لے کر چل پڑے۔ مجھ سے منزل کا ذکر نہ کیا۔ مَیں خاموش پیچھے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر سواری والے تانگہ میں جا بیٹھے اور گنپت روڈ پر جا اُترے۔

مکرم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب

دلچسپ سائنسی خبریں

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(مرتّبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب۔ بائیوٹیکنالوجیسٹ)

پیٹ درد کا سبب بننے والے کیڑے

مختلف ممالک میں بچوں میں اور کبھی کبھار بڑوں کے پیٹ میں بھی کیڑوں کی تشخیص ہو جاتی ہے۔ یہ کیڑے یا انفیکشن ہمارے کھانے، پانی یا دیگر ذرائع سے ہو سکتے ہیں۔ اس کی اہم علامات پاخانہ میں کیڑوں کی موجودگی یا پیٹ میں درد اور مقعد کے قریب خارش ہونا ہیں۔ ان کی موجودگی یا یہ انفیکشن اکثر اس صورت میں ہوسکتا ہے جب کوئی فرد یا بچہ کسی ایسی چیز کو ہاتھ لگالے کہ جس پر کیڑے کے انڈے ہوں اور اگر اس کے بعد اپنے ہاتھ نہیں دھوتے تو وہ انڈے پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جب انڈے معدے میں داخل ہوتے ہیں تو وہ معدے میں

لاروا خارج کرتے ہیں اور ایک یا دو ماہ میں بڑے کیڑے بن جاتے ہیں۔ ان کیڑوں سے خود کو بچانے کے لیے برطانیہ کی ہیلتھ کیئر این ایچ ایس اس بارہ میں کچھ تجاویز پیش کرتی ہے۔ اس کے مطابق آپ کو کسی بھی کھانے کی چیز کو کھانے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھونا چاہیے۔ ہاتھوں کو مٹی کو چھونے کے بعد اور ٹائلٹ کے استعمال کے بعد اچھی طرح دھونا چاہیے۔ جب آپ کسی ایسے علاقے میں جائیں جہاں آپ کو شک ہو کہ پانی گدلا یا گندہ ہوسکتا ہے تو پانی کی بند بوتل والا پانی پئیں۔ تمام سبزیوں اور پھلوں کو اچھی طرح دھولیں، اپنے گھر میں اپنے پالتو جانوروں کو جراثیم کُش ادویات وقت پر دیں اور جتنی جلدی ممکن ہو ان کا فضلہ گھر سے نکال دیں۔[1]

چقندر کے فوائد

چقندر نائٹریٹ سے بھرپور ہوتا ہے۔ جب ہم چقندر کھاتے ہیں تو ہمارے منہ میں رہنے والے بیکٹیریا نائٹریٹ کو نائٹرک آکسائیڈ میں تبدیل کرنا شروع کر دیتے ہیں، یہ ایک طاقتور عنصر ہے جو ہمارے جسم پر بہت سے مفید اثرات مرتب کرتا ہے۔ برطانیہ کی یونیورسٹی آف ایکزیٹر میں اپلائیڈ فزیالوجی کے پروفیسر اینڈی جونز کہتے ہیں کہ ”چقندر کھانے سے بلڈ پریشر یقینی طور پر کم ہو جاتا ہے۔ سسٹولک بلڈ پریشر (بلڈ پریشر کے اوپری حصے میں نظر آنے والی ریڈنگ) کی صورت میں یہ تین سے نو ملی میٹر تک نیچے جاسکتا ہے اور اگر یہ کمی جاری رہے تو یہ فالج اور ہارٹ اٹیک کے خطرات کو 10 فیصد تک کم کرنے کے لیے کافی ہے“۔ اگر پوری آبادی میں ایسی تبدیلی آجائے تو فالج، ہارٹ اٹیک جیسے واقعات میں نمایاں کمی آئے گی جنسی

صحت کے لیے بھی نائٹرک آکسائیڈ کی مناسب مقدار ضروری ہے اور چقندر اسے بہتر کرنے کا ایک اچھا نسخہ ہوسکتا ہے۔ چند سال قبل اٹلی میں کی گئی ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ چقندر بڑی آنت کے کینسر کے خلیات کو تباہ کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔[2]

الٹرا پروسیسڈ فوڈز پریزرویٹوز اور کیمیکلز

عالمی ادارۂ صحت کا کہنا ہے کہ الٹرا پروسیسڈ فوڈز پریزرویٹوز اور کیمیکلز سے بھرے ہوتے ہیں تاکہ انہیں طویل عرصے تک استعمال کیا جاسکے۔ ان کا عادی بنانے کے لیے ان میں کچھ نشہ آور چیزیں بھی شامل کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر چپس، کولڈ ڈرنکس یا دیگر کھانے پینے کی اشیا بچوں سے لے کر بوڑھوں تک سب کی عادت بنانے کے لیے اس طرح کی چیزیں شامل کی جاتی ہیں۔

یہ بات سائنسی طور پر بھی ثابت ہو چکی ہے کہ الٹرا پروسیسڈ فوڈ بہت سی بیماریوں کی جڑ بن چکا ہے۔ ڈاکٹر آشیم سانیال کہتے ہیں: 'الٹرا پروسیسنگ میں غذائیت والے اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس کھانے میں کوئی معیار باقی نہیں رہتا۔ جس طرح تمباکو یا سگریٹ نشہ آور ہو جاتا ہے، اسی طرح ایسا کھانا بھی اپنی لَت کی وجہ سے نشہ آور ہو جاتا ہے'۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ الٹرا پروسیسڈ فوڈز کا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس کا کتنا استعمال کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر ارون گپتا کہتے ہیں: 'کھانا کھاتے وقت ہمارا دماغ ہمیں یہ اشارہ دیتا ہے کہ ہمارا پیٹ اب بھر گیا ہے لیکن الٹرا پروسیسڈ فوڈز اس طرح تیار کیے جاتے ہیں کہ جب آپ اسے کھاتے ہیں تو دماغ سے کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ آپ کا پیٹ بھر گیا ہے۔ اس سے پہلے تو وزن بڑھنے لگتا ہے جو کہ خود کئی بیماریوں کو دعوت دیتا ہے اور پھر ذیابیطس، بلڈ پریشر، دل اور گردے سے متعلق امراض حتیٰ کہ کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے'۔[3]

1-www.bbc.com/urdu/articles/cp9wx01dkg2o

2-www.bbc.com/urdu/articles/c9r5nlkepwyo

3-www.bbc.com/urdu/articles/cjqj3vledv3o

ملکی و عالمی خبریں

منور علی شاہد

کیا جرمنی کے دفاعی بجٹ میں اضافہ ممکن ہوگا؟

جرمن چانسلر اولاف شولس نے حال ہی میں ایک جرمن اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے جرمن فوج کے لئے مختص دفاعی فنڈ کو عام بجٹ سے پورا کرنے کی بات کی تھی جس کے بعد جرمنی کی متعدد بڑی سیاسی جماعتوں نے شدید ردِّعمل اور تحفّظات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں حکمران اتحاد کی دو جماعتیں بھی شامل ہیں۔ یاد رہے کہ یوکرائن پر روس کے حملہ کے بعد جرمن چانسلر کی زیر قیادت اتحادی حکومت نے وفاقی جرمن فوج کے لئے 100 بلین یورو کا خصوصی فنڈ قائم کیا تھا۔ اس فنڈ کی معیاد اب پوری ہونے والی ہے جس کو جرمن چانسلر عام بجٹ سے اپ گریڈ کرنا چاہتے ہیں۔

یورپین باشندے یوکرین جنگ سے مایوس

یورپین ممالک میں کرائے گئے ایک سروے میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ یورپین ممالک کے شہریوں کی بڑی تعداد روس کے خلاف یوکرائن کی فتح نہیں دیکھتے۔ برلن میں قائم تھنک ٹینک دی یورپین کونسل آف فارن ریلیشنز کی طرف سے کرائے گئے سروے کے مطابق دو سال سے جاری جنگ میں صرف دس فیصد یورپین شہریوں نے روس کے خلاف یوکرین کی کامیابی کی جبکہ 20 فیصد نے روس کی فتح کی توقع ظاہر کی ہے۔ 37 فیصد کا کہنا تھا کہ جنگ کا خاتمہ مذاکرات سے ہی ہوگا لیکن اس وقت تک یوکرین اپنے بڑے حصے سے محروم ہو جائے گا۔

قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے رجحان میں کمی

جرمن پارلیمان کے اندر بائیں بازو کی جماعت ڈی لنکے کی طرف سے کئے گئے ایک سوال کے جواب میں حکومت کی طرف سے جاری کردہ اعداد و شمار میں بتایا گیا ہے کہ جرمنی کے اندر قبل از وقت ریٹائرمنٹ لینے کے رجحان میں کمی ہو رہی ہے اور شہری مقررہ وقت تک ملازمت کرنے کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق 63 سے 67 سال تک کے ایسے افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے جو ریٹائرمنٹ کی عمر تک پیشہ وارانہ کام جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ 2020ء میں ایسے افراد کی تعداد 1.31 ملین تھی جو اب بڑھ کر گزشتہ سال 1.67 ملین ہوگئی ہے۔

یورپین یونین کے رکن ممالک میں Disability Card کا اجراء

یورپین یونین کے رکن ممالک نے باہم اتفاق رائے سے معذوروں کے لئے Disability Card کے نام سے ایک یکساں کارڈ جاری کرنے کا اتفاق کیا ہے جس کی وجہ سے یورپین رکن ممالک میں مقیم معذور شہریوں کو تمام ممالک میں یکساں سہولیات میسر ہوں گی۔ جن میں پارکنگ، عجائب گھروں سمیت دیگر مقامات میں ترجیحی بنیاد پر داخلے کی اجازت ملنا ہے۔ یہ بغیر فیس کے ڈیجیٹل کارڈ ہوگا۔ اس معاہدے کی اب یورپی پارلیمان اور کونسل سے منظوری لینا باقی ہے۔

پاکستانی فیملی کے قاتل کو عمر قید کی سزا

کینیڈا کی ایک عدالت نے قوم پرستی کی بنیاد پر پاکستانی فیملی کے قاتل 22 سالہ کینیڈین شہری کو پانچ مرتبہ عمر قید سزا سنائی ہے جس میں چار قتل اور ایک اقدام قتل شامل ہے۔ عدالتی فیصلہ میں لکھا ہے کہ مجرم Nathaniel Veltman کا عمل سفید فام قوم پرست دہشت گردی کے مترادف ہے۔ ججز نے گزشتہ سال نومبر میں اسے مجرم قرار دیا تھا۔ اس شخص نے 2021ء میں لندن اونٹاریو میں چہل قدمی کرنے والے خاندان کو ٹرک کے ذریعہ کچل دیا تھا۔

UNRWA غیر فعال ہونے کو ہے

فلسطینی پناہ گزینوں کی مدد کرنے والی اقوام متحدہ کی ایجنسی UNRWA کے کمشنر نے متنبہ کیا ہے کہ اسرائیلی دباؤ اور منجمد فنڈ کے باعث ادارہ مکمل طور پر غیر فعال ہونے کے قریب ہے جس کے باعث لاکھوں فلسطینیوں کی امداد کرنے کی صلاحیت کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جنرل اسمبلی کے صدر کو لکھے گئے اس ایک خط میں کہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزہ میں اقوام متحدہ کے ادارے کو ختم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور 150 سے زائد ایجنسی کی حدود اسرائیلی بمباری کی زد میں آچکی ہیں جس میں 390 فلسطینی شہید اور 1300 زخمی ہوئے ہیں۔ 16 ڈونر ممالک کی طرف سے 450 ملین ڈالرز کی امداد کی معطلی سے ایجنسی کے تمام آپریشنز متاثر ہوں گے۔

(مرتبہ: مدبّر احمد خان)

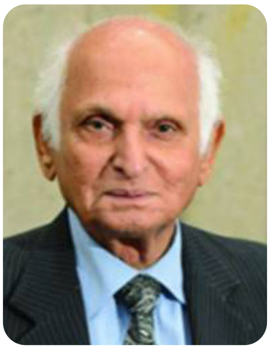

ایک شہر پانچ ہنگامے

انتظار حسین کی کتاب ''دِلّی تھا جس کا نام'' سے چند اقتباسات

غالبؔ نے دِلّی کی ہستی پانچ ہنگاموں پر منحصر بتائی تھی۔

"قلعہ، چاندنی چوک، ہر روز مجمع جامع مسجد کا، ہر ہفتے سیر جمنا کے پل کی، ہر سال میلہ پھول والوں کا"۔

قلعے کی گہما گہمی تو دیکھ لی۔ چاندنی چوک کی چہل پہل بھی ایک نظر دیکھی۔ رہ گئی سیر جمنا کے پل کی تو اس ندی کا احوال کیا پوچھتے ہو۔ اس کی لہروں کو دیکھ کر تو شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی جیسے ثقہ بزرگ بھی لہلوٹ ہو گئے تھے۔ کیا خوب خراجِ تحسین پیش کیا ہے

وَمَاھُو جُؤن جدی من تحتھا فحکی
انہار خلد جلت فی اسفل الغرف

جمنا کا پانی اس (شہر) تلے بہتا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنّت کی کھڑکیوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

کب سے، کتنے جگوں سے یہ ندی اپنی چاندی ایسی لہروں کے ساتھ بَہہ رہی ہے۔ کوئی تو اس میں جادو ہے کہ اس کے کنارے آباد ہونے والا یہ نگر کتنی مرتبہ خون میں نہایا اور اُجڑ گیا۔ مگر خلقت نے ہر پھر کر یہیں پھر ڈیرے ڈالے اور نئے سرے سے پھر نگر بسا لیا۔ اس کے پانی کو پوتر جانا، گھاٹ بنائے اور پوجا پاٹ شروع کر دی۔ گھاٹ ایک سے بڑھ کر ایک۔ سب سے بڑھ کر نگمبود گھاٹ، سب سے پرانا گھاٹ تو یہی ہے۔ اس کے ڈانڈے تو مہابھارت سے ملتے ہیں۔ نہیں اس سے بھی پہلے ہندوؤں کے عقیدے کے حساب سے دواپر جگ کی ابتدا میں برہما جی پر ایسی بپتا پڑی کہ وہ سب بیدوں کو بھول گئے۔ بس اسی عالم میں وہ یہاں براجے۔ یہاں براجنا ایسا مبارک ہوا کہ انہیں سب بید یاد آ گئے۔ اسی سے نگمبود اس کا نام پڑا۔ نگم کا مطلب ہے بیدیں۔ بود یعنی بدھی یعنی عقل اور سمجھ......

اصل میں دِلّی کا ہندو اب وہ ہندو نہیں رہا تھا جو رائے پتھورا کے زمانے میں تھا مسلمان بھی وہ مسلمان نہیں رہا تھا جو شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ آیا تھا۔ تب سے اب تک پلوں کے نیچے سے پانی بہت بہہ گیا تھا۔ تلوار جتنی چلنی تھی اس وقت چل چکی۔ اس کے بعد تو تاریخ کی نہج ہی بدل گئی۔ قصہ مختصر دبی دبی آویزش۔ ساتھ میں بہت سی آمیزش۔ ارادتاً کم، غیرارادی طور پر زیادہ۔ دونوں مذہب اپنی اپنی جگہ پر، مگر تہذیبی سطح پر فاصلہ کم ہوتا چلا گیا، قرب پیدا ہوتا چلا گیا۔ مگر مذہبی سطح پر بھی وہ پہلی والی غیریت کہاں رہی۔ مسلمانوں کے تہذیبی تیوہاروں میں دیسی رنگ کتنا آ گیا تھا۔ بلکہ پورا ہجری کیلنڈر ہی دیسی رنگ میں رنگا گیا۔ ربیع الاوّل، ربیع الثانی اب کون کہتا تھا۔ مولوی مُلّا ہی کہتے ہوں گے۔ دِلّی کی عام خلقت کے حساب سے ماہِ صفر اب تیرہ تیزی کا مہینہ تھا۔ ربیع الاوّل اب بارہ وفات کا مہینہ کہلایا۔ ربیع الثانی میراں جی کا مہینہ۔ جمادی الاوّل مدار کا مہینہ۔ ذیقعد خالی کا مہینہ، شعبان شبرات کا مہینہ۔

تو اس رنگ سے اس فضا میں رنگ گھل مل رہے تھے۔

اور مختلف تہذیبی طور ایک نئی وحدت میں ڈھل رہے تھے۔ موسمی تیوہاروں اور میلوں ٹھیلوں کے متعلق تو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ یہ ہندوؤں کے ہیں یا مسلمانوں کے۔ باقی رہ گئے عید، بقرعید، اور ہولی دیوالی تو وہاں بھی اب یہ صورت تھی کہ ایک کی خوشی میں دوسرا شامل۔ اگر شامل نہ بھی ہو سکے تو ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام بہرحال کیا جائے گا۔ سو مسجد کے آگے باجا نہیں بجے گا اور بقرعید پر قربانی اس انداز سے نہیں کی جائے گی کہ دوسروں کے جذبات مجروح ہوں اور فساد کی صورت پیدا ہو۔ ہولی کا رنگ مسلمان پر پھینکا جائے گا تو بھڑکے گا نہیں، خوشی سے کھل جائے گا......

ہر مہینہ کسی نہ کسی تیوہار کی خبر لے کر آتا تھا۔ ہر تیوہار کی اپنی رسمیں تھیں۔ اور ہر ایسے مبارک موقع پر بادشاہ کی شرکت بھی لازمی تھی۔ اور صرف مسلمانوں کے تیوہاروں کی تقاریب میں نہیں، ہندوؤں کے تیوہاروں میں بھی...

دسہرہ کی دھوم دھام میں باقی مسلمان تو تماشائی کی حیثیت سے شامل ہوتے تھے۔ مگر قلعہ میں تو دسہرہ کی تقریب کا بطور خاص اہتمام ہوتا۔ خاص دربار منعقد ہوتا۔ بادشاہ سلامت نیل کنٹھ اڑانے کی رسم بجالاتے۔ پھر باز اور لشکر ان کے سامنے پیش ہوتے۔ دن ڈھلے ہاتھیوں اور گھوڑوں کی قطاریں لگ جاتیں۔ بادشاہ ان کا معائنہ کرتے۔

دیوالی کی شب سارا شہر دیوں کی روشنی میں جگمگ جگمگ کرتا۔ قلعہ میں بھی چراغاں ہوتا، نوبت بجتی اور بادشاہ سلامت سونے چاندی میں تُلتے۔

اور ہولی کا کیا پوچھتے ہو۔ عبیر اور گلال اتنا اُڑتا کہ فضا ساری لال ہو جاتی۔ مٹکوں میں ڈھاک اور ٹیسو کے پھول پڑے ہیں۔ رنگین پانی سے پچکاریاں بھری ہیں۔ جو سامنے آیا اسے شرابور کر دیا۔ سارنگی، دَف، مجیرے اور چنگ کی تال پر تانیں اڑ رہی ہیں۔ ہولیاں گائی جا رہی ہیں۔ (دلی تھا جس کا نام، انتظار حسین، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور 2003، صفحہ 72 تا 79)

رپورٹس: مکرم میاں عمر عزیز صاحب،
ایڈیشنل قائد عمومی مجلس انصاراللہ جرمنی

ہم احمدی انصار ہیں

سال نو کے آغاز پر پروگرام

مجلس انصاراللہ جرمنی کو نئے سال کے آغاز پر مورخہ یکم جنوری کو خصوصی پروگرامز جن میں باجماعت نمازِ تہجد و فجر، درس القرآن اور انفرادی تلاوت قرآن مجید، دعائیہ خطوط بخدمت حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، اجتماعی وقارِ عمل اور صدقہ کی ادائیگی شامل تھے منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ تمام 293 مجالس میں سے 284 مجالس میں یہ پروگرامز اجتماعی طور پر جبکہ 9 مجالس میں انصار بھائیوں نے انفرادی طور پر ان پروگرامز میں حصہ لیا۔ اجتماعی پروگرامز میں 3675 انصار شامل ہوئے۔

احمدیہ موبائل لنگر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ جرمنی کامیابی سے احمدیہ موبائل لنگر کا اہتمام کرتے ہوئے بے گھر افراد کو کھانا مہیا کر رہی ہے۔ صوبہ بائرن کے دو بڑے شہروں میونخ اور نیورنبرگ میں مؤرخہ 20 اور 21 جنوری 2024ء کو ایک مقامی ادارہ Münchner Freiheit کے ساتھ مل کر 325 سے زائد افراد کو کھانا مہیا کرنے کی توفیق ملی۔ بعد ازاں 27 اور 28 جنوری کو بالترتیب Würzburg اور Hof میں 135 سے زائد بے گھر افراد کو کھانا مہیا کیا گیا۔ ماہ جنوری 2024ء کے آخری عشرہ میں مجلس انصاراللہ جرمنی کو 460 سے زائد بے گھر افراد کو کھانا مہیا کرنے کی توفیق ملی۔ مقامی میڈیا میں بھی ان پروگرامز کی خبر دی گئی جس کی بدولت جماعت کا پیغام بہت سے جرمن احباب تک پہنچا۔

شجرکاری مہم

شجرکاری مہم کے تحت مجلس انصاراللہ ڈیٹسن باخ کو مؤرخہ 14 دسمبر 2023ء کو پودا لگانے کی توفیق ملی جس میں شہر کے لارڈ میئر Mr.Dr. Dieter Lang اور دیگر 11 جرمن مہمان بھی شامل ہوئے۔

مؤرخہ 21 دسمبر 2023ء کو مجلس Nidda نے انتظامیہ کے ساتھ مل کر پودا لگایا جس میں شہر کے لارڈ میئر Mr.Thorsten Eberhard بطور مہمانِ خصوصی شامل تھے۔ دیگر 18 جرمن مہمان بھی شامل ہوئے۔

سال 2024ء کی شجرکاری کی پہلی تقریب مؤرخہ 10 جنوری کو جرمنی کے شہر Gelnhausen میں منعقد ہوئی جس میں شہر کے لارڈ میئر Gerald Helfrich کے ساتھ شہری انتظامیہ مزید دو نمائندگان موجود تھے۔ ان کے علاوہ 7 جرمن مہمان اور 11 مقامی انصار و خدام شامل ہوئے۔ اس موقعہ پر اخبار کا نمائندہ موجود تھا۔ یہ خبر مقامی اخبار میں شائع بھی ہوئی۔

مجلس انصاراللہ Dresden نے مورخہ 31 جنوری 2024ء کو اپنے شہر میں پودا لگایا جس میں شہری انتظامیہ کی طرف سے Mrs.Kristina Winkler شامل ہوئیں جو محکمہ Integration و غیر ملکی افراد کی انچارج ہیں۔ ان کے ساتھ مزید 3 جرمن مہمان بھی شامل ہوئے۔

دیگر پروگرام

مجلس انصاراللہ جرمنی کو ماہ جنوری 2024ء میں انصاراللہ کے نئے سال کے آغاز پر جرمنی کے علاقہ جات Westfalen,Nordrhein, Hessen Süd West, Hessen Taunus, Hessen West میں زعماء مجالس کے ساتھ میٹنگ اور مجلس انصاراللہ میں نئے شامل ہونے والے انصار کے ساتھ خوش آمدید پروگرام کرنے کی توفیق ملی۔ ان میٹنگز میں صدر انصاراللہ، نائب صدران، نائب صدر صف دوم اور دیگر نیشنل عاملہ ممبران بھی شامل ہوئے اور زعماء مجالس کو مجلس انصاراللہ جرمنی کے سالانہ پروگرامز سے آگاہ کیا اور ان پر عمل درآمد کے حوالہ سے عہدیداران کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

ان پروگرامز میں زعماء میٹنگز کے بعد انصاراللہ کی تنظیم میں نئے شامل ہونے والے انصار بھائیوں کے ساتھ Welcome Programme بھی منعقد ہوئے۔ ان پروگرامز میں 61 نئے انصار شامل ہوئے۔ اس موقع پر نائب صدر صاحب صف دوم نے نئے انصار کو تنظیم کے قیام، نظام اور سالانہ پروگرام کے متعلق تفصیل سے بتایا۔

Frankfurt am Main

Mönchengladbach

Berlin

محترمہ ثمینہ منصور صاحبہ جرمنی

میرے پیارے والدین

مکرم ملک سعادت احمد صاحب اور محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر

میرے پیارے والدین محترم ملک سعادت احمد صاحب اور محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ گزشتہ چند سالوں کے دوران ہم سے بچھڑ گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میرے ابا جی کی پیدائش 16 اکتوبر 1924ء کو امرتسر ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانثار صحابی حضرت ملک مولا بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ نے 1900ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر بیعت کی سعادت پائی۔ پھر کئی بار آپؓ کو قادیان جاکر حضورؑ سے روحانی فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ آپ کے ایمان افروز حالات کا تذکرہ اصحاب احمد جلد اوّل میں ملک صلاح الدین صاحب نے کیا ہے۔

میرے ابا جان کی شادی حضرت قاضی محبوب عالم صاحبؓ آف راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد کی بیٹی محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے 1946ء میں ہوئی۔ شادی کے بعد 1946ء میں کچھ عرصہ قادیان رہے پھر شملہ اور بعد میں ربوہ آگئے اور گول بازار کی مشہور دُکان ملک جی برادرز چلاتے رہے۔ میری پیدائش کے بعد پشاور اور لاہور میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی خدمات کی بھی توفیق پائی۔ آپ کے پاس ''روزنامہ الفضل ربوہ'' کی ایجنسی تھی اور خود سائیکل پر صبح سویرے احمدی احباب کے گھروں تک اخبار پہنچایا کرتے تھے۔ آپ سیکرٹری مال کے عہدے پر بھی کافی عرصہ فائز رہے۔ اسلامیہ پارک لاہور کی مسجد میں نمازیں اور جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ گھر میں بھی باجماعت نمازوں کا اہتمام کرتے۔ آپ بے حد مہمان نواز اور سب کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ ہم سب کو ہمیشہ خلیفۂ وقت اور جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ جس مجلس میں جاتے وہاں دینی باتوں کے ساتھ ساتھ موقع کی مناسبت سے نصائح کے علاوہ لطائف اور حکایات سناکر ماحول کو پُر رونق بنا دیتے تھے۔

اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں سے خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ رکھتے۔ آپ اللہ کے فضل سے ہمیشہ ہر کسی کی خوشی اور غمی میں شریک ہونے میں پہل کرتے۔ کسی کی وفات پر تو اپنی ڈائری کھول لیتے اور اُن کے سب عزیز و اقارب سے اظہار افسوس کرتے اور دیگر رشتہ داروں کو بھی اپنی طرف سے فوری اطلاع پہنچانے کے فرائض کے ساتھ ساتھ اظہار ہمدردی کرنا کبھی نہ بھولتے تھے۔

آپ اپنے ہر کام کو بڑی ذمہ داری اور سنوار کے کرتے اور جماعتی کام بھی بڑی ذمہ داری، خوش اسلوبی اور خاکساری کے ساتھ سرانجام دیتے۔

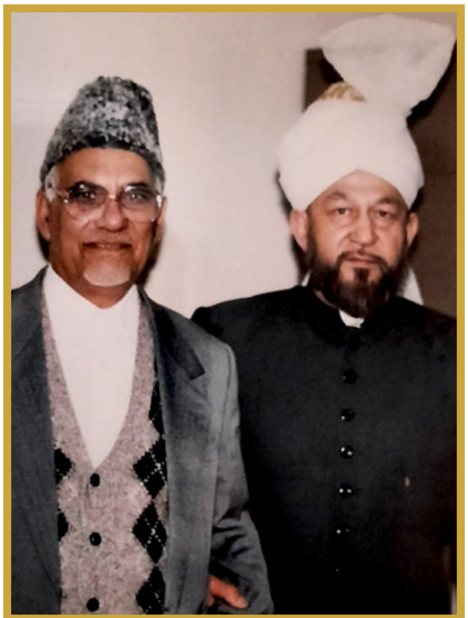

مکرم ملک سعادت احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شفقتیں سمیٹتے ہوئے

میرے سبھی بہن بھائی انگلستان اور جرمنی چلے آئے تھے، اس اعتبار سے مجھے کافی عرصہ والدین کے پاس رہنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر 1984ء میں ہم سب بھی والدین کے ہمراہ جرمنی منتقل ہوگئے۔ یہاں آنے کے بعد بھی آپ سیکرٹری مال اور نائب سیکرٹری رشتہ ناطہ کے طور پر خدمات بجا لاتے رہے۔ آپ جماعتی جلسہ جات، ماہانہ اجلاسات میں شمولیت کے بہت پابند تھے۔ جرمنی کے جلسہ سالانہ میں تو بہرصورت شامل ہوتے، اس کے علاوہ جب تک صحت نے اجازت دی برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت اپنا فرض سمجھتے تھے۔ جلسہ کی پوری کارروائی بڑے اطمینان اور توجہ سے سنتے اور پھر گھر آکر ہم سب سے پوچھتے کہ فلاں تقریر سنی تھی۔ اباجی کے بابرکت وجود سے ہم سب نے علمی اور عملی طور پر بہت کچھ سیکھا، الحمدللہ۔

ہماری والدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ تو قریباً ایک سال پہلے ہی اباجی کو چھوڑ کر 31 مئی 2016ء کو بعمر 88 سال اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ بے لوث محبّت کرنے والی اور صدقہ خیرات کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔ بہت دعاگو، تہجد گذار اور وقت پر نمازیں ادا کرنے والی تھیں۔ جب آپ کے پتے میں پتھری کی تشخیص ہوئی آخر وقت تک دعا کیا کرتیں کہ آپریشن نہ کروانا پڑے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا بقاپوری صاحبؓ مرحوم کی خدمت میں بھی حاضر ہوکر دعا کی درخواست کی، حضرت مولانا صاحب نے ہاتھ اُٹھاکر اللہ کے حضور دعا کی اور بعد از دعا فرمایا کہ آپریشن نہیں ہوگا چنانچہ اللہ کا فضل رہا اور وفات تک امی کے آپریشن کی نوبت نہ آئی، الحمدللہ۔

باقی صفحہ 48 پر

مکرم محمد عمر قمر صاحب

خاکسار کے ابّا جان مکرم محمد عمر قمر صاحب ابن مکرم چودھری محمد ابراہیم صاحب مورخہ 5 فروری 2024ء کو بعمر 89 سال اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون

آپ کا تعلق ربوہ پاکستان سے تھا اور گزشتہ دس برس سے ڈیٹسن باخ میں مقیم تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، دعاگو اور خدمت دین میں وقت صرف کرنے والے انسان تھے۔ خلافت سے مضبوط تعلق رکھنے والے تھے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔

آپ کو ریٹائر ہونے کے بعد وقف کرنے کی سعادت ملی جس کے بعد آپ کو متعدد جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کو قادیان میں بھی جماعتی پراجیکٹس پر کام کرنے کا موقع ملا۔

مرحوم نے پسماندگان میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد زاہد قمر صاحب جامعہ احمدیہ جرمنی اور خاکسار شعبہ مال بیت السبوح فرانکفرٹ میں بطور کارکن خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

آپ موصی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 5 فروری 2024ء کو بعد نماز عشاء مکرم شمشاد احمد قمر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی نے مسجد بیت الباقی ڈیٹسن باخ میں پڑھائی اور تدفین مورخہ 9 فروری بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں ہوئی۔

(محمد عثمان قمر لوکل امارت ڈیٹس باخ حلقہ Heusenstamm)

مکرم سیّد فوزالعظیم صاحب

مکرم سیّد فوزالعظیم صاحب ابن مکرم سیّد مصدق حسین شاہ صاحب مؤرخہ 26 جنوری 2024ء کو بعمر 59 سال خالق حقیقی سے جاملے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم بہت نرم دل اور ہر کسی سے پیار اور محبّت کا سلوک کرنے والے تھے۔ آپ کو چار سال تک بطور صدر جماعت Göttingen خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

مرحوم موصی تھے۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے اور بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 29 جنوری 2024ء کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں ادا کی گئی۔ بعدازاں تدفین کے لئے ربوہ لے جایا گیا۔ جہاں 2 فروری 2024ء کو بہشتی مقبرہ نصیر آباد میں تدفین عمل میں آئی۔ (ناصر رشید۔صدر جماعت Göttingen)

محترمہ ساجدہ پروین صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ محترمہ ساجدہ پروین صاحبہ جماعت Neuss ساکن ڈور ماگن کچھ عرصہ شدید علیل رہنے کے بعد مورخہ 20 فروری 2024ء کو بعمر 49 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ مولوی عبدالحق نور صاحب شہید کی نواسی تھیں۔

مرحومہ 1995ء میں مع فیملی پاکستان سے ہجرت کر کے جرمنی آئی تھیں۔ آپ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے، دوسروں کی ہر طرح مدد کرنے، چھوٹوں بڑوں اپنوں غیروں کی ہر ممکن مدد کرنے والی ہر دلعزیز شخصیت تھیں۔ اپنی اولاد کی نہ صرف دنیاوی بلکہ دینی تعلیم وتربیت کا خیال رکھنے والی تھیں۔

متعدد جماعتی خدمات کی توفیق پائی جن میں بطور صدر لجنہ اماءاللہ جماعت نوئس، ریجنل صدر لجنہ اماءاللہ نارڈرائن ویسٹ فالن، اور ناظمہ جلسہ سالانہ جرمنی نمایاں ہیں۔ آپ وصیت کے بابرکت نظام میں شامل تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر کے علاوہ دو بیٹے، ایک بیٹی، ایک پوتا، ایک پوتی، ایک نواسہ کے علاوہ بہن بھائی سوگوار چھوڑے ہیں۔

مرحومہ کی نماز جنازہ مکرم وفا محمد صاحب مربی سلسلہ نے مؤرخہ 22 فروری 2024ء کو Neuss کے مرکزی قبرستان میں پڑھائی جس کے بعد تدفین ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم بشیر احمد ریحان صاحب صدر مجلس انصاراللہ جرمنی نے دعا کروائی۔ (طاہر محمود جماعت Neuss)

اہلیہ صاحبہ محترم شمس الدین صادق صاحب

خاکسار کی اہلیہ محترمہ Elisabeth Käding صادق صاحبہ طویل عرصہ علیل رہنے کے بعد مؤرخہ 20 فروری 2024ء کو بعمر 79 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئیں، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ نے اگرچہ بیعت نہ کی تھی مگر جماعتی کاموں میں نہ صرف کبھی روک نہ بنیں بلکہ حتی الامکان مدد کرتیں۔ اسی طرح جماعتی پروگراموں میں شرکت بھی کرتیں۔ گھر آنے والے احباب کے ساتھ بہت احترام سے پیش آتیں اور ممکن حد تک مہمان نوازی کرتیں۔ وفات سے چند روز قبل جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ وقت ہوگیا تو مجھے پوچھنے لگیں کہ جمعہ پر کس کے ساتھ جانا ہے؟ بعض اوقات نماز فجر ان کے سوتے ہوئے ادا کر لیتا تو جاگنے پر باقاعدہ پوچھا کرتیں کہ نماز پڑھ لی تھی۔

پہلے خاوند کی وفات کے بعد ان کی شادی خاکسار کے ساتھ ہوئی اور چالیس سال تک میری رفیقہ حیات رہیں۔ اس دوران انہوں نے خاکسار کی بہت خدمت کی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے (پہلے خاوند سے)، ایک پوتا اور ایک پوتی سوگوار چھوڑی ہے۔

(شمس الدین صادق جماعت Viersen)

بقیہ: میرے والدین از صفحہ 47

ابّا جان مورخہ 4 مئی 2017ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔ ہمارے والدین کی ازدواجی زندگی کے تقریباً 70 سال کا یہ عرصہ ہمیشہ آپس میں پیار و محبّت کے ساتھ گزرا۔ اپنی زندگی میں بھی اکٹھے رہے اور وفات کے بعد بھی دونوں فرانکفرٹ کے جنوبی قبرستان (Südfriedhof) میں ساتھ ساتھ مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے والدین پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رمضان مبارک

Ramadan Mubarak 2024

(1445 ہجری)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ
(2:184)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) سے فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔

O die ihr glaubt! Fasten ist euch vorgeschrieben, wie es denen vor euch vorgeschrieben war, auf dass ihr euch schützet.

Nr. نمبر	Datum تاریخ	Tag دن	Sahar انتہائے سحر	Iftar وقت افطار
1	12.03.2024	DI	05:14	18:30
2	13.03.2024	MI	05:11	18:32
3	14.03.2024	DO	05:09	18:33
4	15.03.2024	FR	05:07	18:35
5	16.03.2024	SA	05:05	18:37
6	17.03.2024	SO	05:03	18:38
7	18.03.2024	MO	05:00	18:40
8	19.03.2024	DI	04:58	18:41
9	20.03.2024	MI	04:56	18:43
10	21.03.2024	DO	04:54	18:45

عشرہ رحمت – Die zehn Tage der Gnade

Nr.	Datum	Tag	Sahar	Iftar
11	22.03.2024	FR	04:52	18:46
12	23.03.2024	SA	04:50	18:48
13	24.03.2024	SO	04:47	18:49
14	25.04.2024	MO	04:45	18:51
15	26.03.2024	DI	04:43	18:53
16	27.03.2024	MI	04:41	18:54
17	28.03.2024	DO	04:39	18:56
18	29.03.2024	FR	04:36	18:57
19	30.03.2024	SA	04:34	18:59
20	31.03.2024	SO	05:32	20:00

عشرہ مغفرت – Die zehn Tage der Vergebung

Nr.	Datum	Tag	Sahar	Iftar
21	01.04.2024	MO	05:30	20:02
22	02.04.2024	DI	05:28	20:04
23	03.04.2024	MI	05:26	20:05
24	04.04.2024	DO	05:23	20:07
25	05.04.2024	FR	05:21	20:08
26	06.04.2024	SA	05:19	20:10
27	07.04.2024	SO	05:17	20:12
28	08.04.2024	MO	05:15	20:13
29	09.04.2024	DI	05:13	20:15

عشرہ جہنم کی آگ سے نجات – Die zehn Tage der Erlösung von der Hölle

10.04.2024 Id-ul-Fitr

Frankfurt

Gebet beim Fastenbrechen: روزہ کھولنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمۡتُ وَعَلٰی رِزۡقِکَ اَفۡطَرۡتُ

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

O Allah! Für Dich alleine habe ich gefastet und mit Deiner Gabe breche ich mein Fasten.

زیادہ رقبے پر پھیلی ہوئی جماعتوں میں رہنے والے احباب اپنے (مقامی) غروب آفتاب کے دو منٹ بعد روزہ افطار کر لیں۔

Personen die in größeren Gemeinden (Jamaat) in größerer Entfernung voneinander leben, sollen entsprechend ihrer Ortschaften, zwei Minuten nach Sonnenuntergang ihr Fasten brechen.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کی ذات کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کِتَاب الصَّوْمِ، باب هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ)

Der Heilige Prophet[SAW] sagte: Allah der Allmächtige und Majestätische sagt: Alle Taten des Menschen sind für sich selbst, aber das Fasten ist für Mich und Ich selbst werde es belohnen. *(Ṣaḥīḥu l-Buḫārī); Garten der Rechtschaffenen, S.296*

مسائل رمضان

مطالعہ کے لیے اس کوڈ کو سکین کریں

FAQ Ramadan

Zum lesen, scannen Sie bitte diesen QR Code

ماہ شوال کے نفلی روزے

Freiwilliges Fasten im Monat Schawwāl

Datum تاریخ	Tag دن	Fastenbeg. انتہائے سحر	Fastenbrechen وقت افطار
11.04.2024	DO	05:06	20:19
12.04.2024	FR	05:04	20:21
13.04.2024	SA	05:02	20:23
14.04.2024	SO	05:00	20:24
15.04.2024	MO	04:58	20:26
16.04.2024	DI	04:56	20:27

Abteilung Tarbiyyat
AMJ Deutschland

فدیہ کم از کم 80 یورو
Fidya mind. 80,-€

عید فنڈ حسب استطاعت
Eid Fund: Nach eigenem Ermessen

صدقۃ الفطر 3 یورو فی کس
Sadqatul Fitr 3,-€ p.P.

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 25
ISSUE 03
MARCH 2024
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de